رمضان المبارک کے خطبات اور رمضان المبارک کی عبادات
کے فضائل پر مبنی منفرد تصنیف

خطباتِ رمضان
مع
فضائلِ عباداتِ رمضان



مؤلف:
علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر
اکبر بُک سیلرز لاہور

رمضان المبارک کے خطبات اور رمضان المبارک کی عبادات
کے فضائل پر مبنی منفرد تصنیف

خطباتِ رمضان

مع

فضائلِ عباداتِ رمضان

مؤلف

علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب	....	خطباتِ رمضان مع فضائل عبادات رمضان
مصنف	....	علامہ محمد اقبال عطاری
باہتمام	....	علامہ محمد اقبال عطاری
کمپوزنگ	....	عبدالسلام، قمرالزمان
صفحات	....	208
اشاعت	....	2011ء
ناشر	....	اکبر بک سیلرز لاہور
قیمت	....	150 روپے

ملنے کے پتے

☆ احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی

☆ اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی

☆ حافظ بک ایجنسی، علامہ اقبال روڈ، سیالکوٹ

خطبات رمضان المبارک

(۱) رمضان المبارک کے فضائل

(۲) روزے کے احکام وفضائل

(۳) نمازِ تراویح کی اہمیت وفضیلت

(۴) عظمت لیلۃ القدر

(۵) سنتِ اعتکاف کی برکات

(۶) عیدالفطر کی بہاریں

(۷) عظیم معرکہ اسلام......غزوۂ بدر

(۸) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(۹) شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۱۰) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

فہرست

حالِ دل

از: علامہ اقبال عطاری

اللہ عزوجل کا کروڑہا شکر ہے کہ جس نے ساری کائنات کو تخلیق فرمایا اور ہم جیسے کمزور انسانوں کو اپنے کاموں میں مصروف کیا' یہ کتاب جو رمضان المبارک کے واعظات پر مشتمل ہے' یہ ناچیز کی اڑتیسویں کتاب ہے' اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے' اس میں میرے والدین اور امیر اہلِ سنت' امیر دعوتِ اسلامی' مرشدی شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ میں اپنے مسلک کے ان عظیم علماءِ کرام میری مراد حضرت علامہ امتیاز صدیقی خطیب بھرتھ کینٹ سیالکوٹ' حضرت علامہ علی اصغر ناز نوشاہی خطیب مرکزی جامع مسجد پکی کوٹلی' حضرت علامہ قاری محمد افضل قادری خطیب جامع مسجد نور نبی پکی کوٹلی' حضرت علامہ آفتاب نقشبندی خطیب مرکزی جامع رامتلائی سیالکوٹ' حضرت علامہ مولانا مصنف کتب کثیرہ حافظ محمد تنویر قادری وٹالوی خطیب آستانہ عالیہ ڈھوڈہ شریف گجرات' حضرت مولانا حافظ یٰسین عطاری' حضرت مولانا قاری احمد یار خاں خطیب عابد شہید مسجد' حضرت مولانا حافظ عبدالقدیر عطاری' حضرت مولانا وقاص سیفی عطاری' حضرت مولانا علی رضا قادری' حضرت مولانا ذیشان قادری' حضرت مولانا اُلفت رضا قادری' حضرت علامہ مولانا قاری نذیر احمد قادری کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور ہوں کہ جن کی تقاریظ نے اس کتاب کو مزین اور بابرکت بنا دیا اور میرے لیے دن رات دعاؤں میں مصروف ہیں' اور آخر میں میں اپنی ان شخصیات کا بھی ممنون ہوں جو میرے کسی نہ کسی معاملے میں

معاونِ خاص ہیں' میری مراد ہمارے علاقہ کی دینی وسماجی شخصیت جناب افتخار گھمن پرنسپل الگرائمر ہائی سکول پکی کوٹلی' حضرت علامہ محمد شاہد جمیل اویسی گوہروی' جناب میاں شیر عطاری جنرل سیکرٹری جماعت اہلِ سنت جنوبی زون سیالکوٹ' جناب میں محمد بوٹا صاحب' جناب میاں شہزاد آف اٹلی' جناب میاں محمد اقبال آف آسٹریلیہ انٹرنیشنل' جناب اویس گھمن (سب انسپکٹر T.W.P)' محترم جناب خالد گھمن اینٹی کرپشن' جناب حاجی ارشاد گھمن' جناب فہد گھمن المعروف وکی بھائی' جناب ڈاکٹر محمد سلیم' جناب ذبیح اللہ برکاتی' جناب وجاہت علی (نورشاہی M.B.A)' جناب شمس سیفی' جناب خلیل الرحمٰن چدھڑ (آف G.C.F انٹرنیشنل) جناب فضل الٰہی صاحب آف مغل سرجیکل سیالکوٹ' جناب وسیم صاحب رکن اصلاح انسانیت کھوہ دھریکاں پکی کوٹلی' جناب عمران صاحب کھوہ دھریکاں' جناب تنویر صاحب' جناب ماسٹر ریاض کھوہ دھریکاں' جناب عبدالرحمٰن اشرف مسجد ہمسایہ عابد شہید' جناب عرفان احمد گورائیہ سعودی عرب' محمد نوید آف سعودیہ محمد اعجاز مغل آف سعودیہ' محترم جناب ایوب مغل آف مغل انڈسٹریز سیالکوٹ' حاجی محمد ثاقب مغل' جناب غازی شاہ' جماعت علی' آخر میں میں اپنے تمام پڑھنے والوں سے التجاء کروں گا کہ اس کتاب کو خود پڑھیں اور دوسروں کو بھی یہ کتاب تحفے میں دیں' تاکہ یہ ان کی اور میری بخشش کا سامان بنے۔ آمین!

فقط

محمد اقبال عطاری

0300-7159620

مدرس: جامعہ صفیہ عطاریہ' پکی کوٹلی'

ڈسکہ روڈ' سیالکوٹ

تقریظ

حضرت علامہ مولانا امتیاز صدیقی

خطیب مرکزی جامع بھڑتھ کینٹ' سیالکوٹ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ

وعلیٰ آلك واصحابك یا حبیب اللّٰہ

میرے نہایت ہی عزیز دوست حضرت علامہ مولانا محمد اقبال عطاری صاحب نے خطباتِ رمضان کے حوالے سے اس کتاب کو لکھا ہے' مجھے چند مقامات سے پڑھنے کا موقع ملا ہے اور الحمدللہ! اللہ کے فضل وکرم سے اس کتاب کو قرآن وحدیث سے مزین کیا گیا ہے اور خاص طور پر وہ موضوعات جو رمضان المبارک کے مہینے میں لوگوں کو پیش آتے ہیں' ان موضوعات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے' مثلاً رمضان المبارک کی فضیلت' شانِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا' شہادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ' جنگِ بدر' اعتکاف کرنے کا سنت طریقہ وغیرہ اور ان کے علاوہ دیگر موضوعات پر قرآن وحدیث سے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ مولانا تحریر کے حوالے سے بڑے متحرک ہیں۔ مولانا کی اور بھی بہت سی کتابیں مختلف موضوعات پر موجود ہیں۔ میری یہ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اِن کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ ان کی اس کتاب کو پڑھنے والوں کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کی دیگر کتب سے بھی سب کو مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ناچیز کو مولانا کے ساتھ مکمل درسِ نظامی پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا حافظ غلام حیدر خادمی صاحب اور دیگر اساتذہ کرام

سے مولانا بہت سی خوبیوں کے حامل ہیں' اور ان کی تحریر کردہ کثیر کتب ان کی قابلیت پر شاہد ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو عمرِ خضر عطاء فرمائے اور ان کو اور زیادہ دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

طالبِ دعا
حافظ محمد امتیاز صدیقی
خطیب مرکزی جامع مسجد
بڑتھ کینٹ' سیالکوٹ

تقریظ

عالم نبیل، فاضل جلیل، مصنف کتب کثیرہ

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد تنویر قادری وٹالوی

خطیب آستانہ عالیہ قادریہ قسمیہ ڈھوڈہ شریف، ضلع گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد و مسائل پر مبنی عام فہم اور محقق و مدلل لٹریچر کو عام کیا جائے اور اہل سنت کے نئے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے رسائل و کتب کو انفرادی جگہ دی جائے اور ان کی تحریر کردہ محقق و مدلل کتب کو منظرِ عام پر لایا جائے تاکہ کم پڑھے لکھے افراد کے لیے وہ مفید ثابت ہوں۔ الحمدللہ! اب اس کام میں کافی تبدیلی محسوس ہو رہی ہے۔ ناشر حضرات نے اس جانب توجہ دینا شروع کر دی ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ ہر طرح کی کمی پوری ہو جائے گی۔ انشاء اللہ! مسلک حق اہلِ سنت کے لکھاریوں میں سے ایک عہد ساز شخصیت ہمارے محترم دوست علامہ محمد اقبال عطاری مدظلہ العالی، بانی و مہتمم جامعہ صفیہ عطاری، پکی کوٹلی، سیالکوٹ بھی ہیں۔ ہمارے محترم دوست نے تحریری فیلڈ میں جو ترقیاں اور کامیابیاں حاصل کی ہیں، یقیناً یہ آپ کے حضور تاجدارِ رسالت کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی علامت ہے۔ ہمارے محترم دوست نے اپنی تحریرات کے ذریعے عوام اہل سنت کو انتہائی مدلل و محقق مواد فراہم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے دنیا کے اکثر ممالک میں آپ کی کتب نہ صرف پڑھی جاتی ہیں بلکہ ان کی ضرورت دن بدن بڑھ رہی

ہے' اس وقت آپ کے ہاتھوں میں علامہ محمد اقبال عطاری کے قلم کا نیا شاہکار ''خطباتِ رمضان'' ہے۔ اگرچہ اس سے قبل بھی اس موضوع پر بے شمار کتب موجود ہیں' لیکن یہ تحریر اپنے موضوع اور تحریر کے اعتبار سے منفرد ہے۔ جہاں اس سے عامۃ الناس فائدہ حاصل کریں گے' وہاں علماء وخطباء بھی اس سے مستفید ہوں گے۔ کتاب ہذا ہر لحاظ سے بہترین ہے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ ہمارے دوست علامہ محمد اقبال عطاری کے علم وعمل اور تحریر میں برکات کا نزول فرمائے۔

آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

دعا گو:

محمد تنویر قادری وٹالوی

خطیب آستانہ عالیہ قادریہ عاسمیہ

ڈھوڈہ شریف' ضلع گجرات

تقریظ

عالم نبیل، فاضلِ جلیل

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد افضل قادری

خطیب مسجد نور نبی، پکی کوٹلی، ڈسکہ روڈ، سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ جن لوگوں کو چاہتا ہے انہیں اپنے دین متین کی خدمت اور اشاعت کے لیے چن لیتا ہے، انہیں میں سے ایک حضرت علامہ محمد اقبال عطاری ہیں، جو دین اسلام کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں۔ علامہ موصوف نے بہت سی کتب تحریر فرمائی ہے۔ زیرِ نظر کتاب "خطباتِ رمضان" علامہ موصوف کی چند دنوں کی کاوش ہے جس کو انہوں نے نہایت احسن انداز اور حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر ترتیب دیا ہے اور نہایت خوبصورت موضوعات کو احاطۂ تحریر میں لایا ہے۔

حضرت علامہ محمد اقبال عطاری نے چند سالوں میں کم وبیش پچاس کتب احاطۂ تحریر میں لائی ہیں، یقیناً یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ بہت ہی کم افراد ایسی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ پروردگار علامہ موصوف کو مزید خدمتِ دین کی توفیق عنایت فرمائے! آپ کے علم وفضل میں برکتیں عطاء فرمائے! اور سرورِ کائنات آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت وشفقت کا سایہ عطاء فرمائے! آمین بجاہ النبی الامین!

محمد افضل قادری

خطیب جامع مسجد نورانی پکی کوٹلی، ڈسکہ روڈ، سیالکوٹ

تقریظ

عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، خطیبِ دلپذیر، مقررِ شعلہ بیان، استاذی واستاذ العلماء

حضرت علامہ مولانا حافظ قاری علی اصغر ناز نوشاہی مدظلہ

خطیب مرکزی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ، پکی کوٹلی، سیالکوٹ

مہتمم: دارالعلوم غوثیہ نوشاہیہ فیضان القرآن، پکی کوٹلی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین! الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین

بندۂ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں اور نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن میں سے عقل و دانش، فہم و فراست انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عطاء، نعمت اور خوبی ہے۔

خوش نصیب اور قابلِ داد وہ لوگ ہیں جو اُن خوبیوں اور صلاحیتوں کی روشنی کو عام لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

اُن خوش نصیب اور قابلِ داد لوگوں میں سے فاضل موصوف مولانا محمد اقبال عطاری قادری بھی ہیں، جنہوں نے بہت کم عمری میں ہی اتنے بڑے منصب اور اعزاز کو حاصل کیا، یعنی تحریر و تقریر و قلمِ تالیف و تصنیف۔

زیرِ نظر کتاب خطبابِ رمضان المبارک، فاضل موصوف کی نہایت ہی نادر، راغبِ قلب ہے اور قارئین کے لیے دس عنوانات پر مبنی تصنیف ہے۔

اور میں ناچیز نے تمام عنوانات کے کچھ سطور کو بغور پڑھا ہے، جو فاضل عزیز نے

مستند حوالہ جات کے ساتھ قارئین کے اطمینانِ قلب کے لیے پیش کیا ہے اور یہ خاص و عام کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

اور فاضل مؤلف کی دینِ متین کے ساتھ لگن اور شوق و ذوق کا بھی اندازہ ہوتا ہے یعنی

یہی آرزو ہے کہ تعلیم قرآں عام ہو جائے
ہر پرچم سے اونچا پرچمِ اسلام ہو جائے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل موصوف کی اس خوبصورت کاوش' صدقۂ جاریہ کو اپنی بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

دعا گو:

قاری علی اصغر ناز نوشاہی عفی عنہ

مہتمم: دارالعلوم غوثیہ نوشاہیہ' فیضان القرآن' پکی کوٹلی

تقریظ

عالم نبیل، فاضلِ جلیل، مفسّر قرآن، مصنف کتب کثیرہ

حضرت علامہ مولانا محمد شاہد جمیل اویسی گوہروی

مہتمم جامعہ اویسیہ گوہرویہ بونکن، سیالکوٹ

حضرت مولانا علامہ محمد اقبال عطاری صاحب کی کتاب خطباتِ رمضان المبارک کو بعض مقامات سے پڑھا، باوجود اس کے کہ آنکھوں پر بوجھ محسوس کر رہا تھا اور باوجود عدیم الفرصت ہونے کے حضرت علامہ محمد اقبال عطاری کی حوصلہ افزائی کی خاطر کہ آپ سیالکوٹ میں تصنیفات کا کام کر رہے ہیں اور دل شکنی سے بچنے کی خاطر فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد اقبال عطاری نے اس پُرفتن دور کے تقاضوں کے مطابق بڑی محنت اور کوشش سے رمضان المبارک کے خطبات کا عظیم شاہکار مرتب فرمایا ہے۔ اسی طرح مولانا کی دیگر کتب جیسے فضائل و برکات، میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پڑھنے کا موقعہ ملا، میں نے مولانا کی تصنیفات کو بہت مفید پایا۔ اور یہ کتاب عوام وخواص کے لیے بہت مفید اور باعث سرور ہوگی۔ انشاء اللہ جل شانہ!

میں قابل مصنف کو اس کاوش پر خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

فقیر گلستان گوہرالدین

گوہرالکلام علامہ محمد شاہد جمیل اویسی گوہروی

جامعہ اویسیہ گوہریہ، بونکن، سیالکوٹ

خطاب نمبر:۱

رمضان المبارک کی فضیلت

خدائے رحمٰن عزوجل کا کروڑہا کروڑ احسان کہ اُس نے ہمیں ماہِ رمضان جیسی عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ماہِ رمضان کے فیضان کے کیا کہنے! اس کی تو ہر گھڑی رحمت بھری ہے' اس مہینے میں اجروثواب بہت ہی بڑھ جاتا ہے' نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا کر دیا جاتا ہے' بلکہ اس مہینے میں تو روزہ دار کا سونا بھی عبادت میں شمار کیا جاتا ہے' عرش اُٹھانے والے فرشتے روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہتے ہیں اور ایک حدیث پاک کے مطابق ''رمضان کے روزہ دار کے لیے دریا کی مچھلیاں افطار تک دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں''۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۵' حدیث:۶)

عبادت کا دروازہ

حضرات محترم! روزہ باطنی عبادت ہے کیوں کہ ہمارے بتائے بغیر کسی کو یہ علم نہیں ہوسکتا کہ ہمارا روزہ ہے اور اللہ عزوجل باطنی عبادت کو زیادہ پسند فرماتا ہے۔ ایک حدیث پاک کے مطابق ''روزہ عبادت کا دروازہ ہے''۔ (الجامع الصغیر ص ۱۴۶' حدیث:۲۴۱۵)

نزولِ قرآن

اس ماہِ مبارک کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس میں قرآن پاک نازل فرمایا ہے' چنانچہ مقدس قرآن میں خدائے عزوجل کا نزولِ قرآن اور ماہِ رمضان کے بارے میں فرمانِ عالی شان ہے:

ترجمہ: ''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں' تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں' اللہ عزوجل تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ عزوجل کی بڑائی بولو' اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو''۔ (البقرہ)

رمضان کی تعریف

ان آیاتِ مقدسہ کے ابتدائی حصہ ''شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ'' کے تحت مفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں:
رمضان یا تو رحمٰن عزوجل کی طرح اللہ عزوجل کا نام ہے' چونکہ اس مہینے میں دن رات اللہ عزوجل کی عبادت ہوتی ہے' لہٰذا اسے شہرِ رمضان' یعنی اللہ عزوجل کا مہینہ کہا جاتا ہے جیسے مسجد و کعبہ کو اللہ عزوجل کا گھر کہتے ہیں کہ وہاں اللہ عزوجل کے ہی کام ہوتے ہیں' ایسے ہی رمضان اللہ عزوجل کا مہینہ ہے کہ اس مہینے میں روزہ وتر اویح وغیرہ تو ہیں ہی اللہ عزوجل کے مگر بحالتِ روزہ جو جائز نوکری اور جائز تجارت وغیرہ کی جاتی ہے' وہ بھی اللہ عزوجل کے کام قرار پاتے ہیں' اس لیے اس ماہ کا نام رمضان' یعنی اللہ عزوجل کا مہینہ ہے' یا یہ ''رمضاء'' سے مشتق ہے' رمضاء موسم خریف کی بارش کو کہتے ہیں جس سے زمین دُھل جاتی ہے اور ''ربیع'' کی فصل خوب ہوتی ہے چونکہ یہ مہینہ بھی دل کے گرد و غبار دھو دیتا ہے اور اس سے اعمال کی کھیتی ہری بھری رہتی ہے' اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں۔
''ساون'' میں روزانہ بارشیں اور ''بھادوں'' میں چار۔ پھر ''اساڑ'' میں ایک۔ اس ایک سے کھیتیاں پک جاتی ہیں تو اسی طرح گیارہ مہینے برابر نیکیاں کی جاتی رہیں' پھر رمضان کے روزوں نے اس نیکیوں کی کھیتی کو پکا دیا' یا یہ ''رمض'' سے بنا' جس کے معنی ہیں: ''گرمی یا جلنا'' چونکہ اس میں مسلمان بھوک پیاس کی تپش برداشت کرتے ہیں' یا یہ

11673

گناہوں کو جلا ڈالتا ہے' اس لیے اسے رمضان کہا جاتا ہے۔ (کنز العمال کی آٹھویں جلد کے صفحہ نمبر دو سو سترہ پر حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مہینے کا نام رمضان رکھا گیا ہے کیونکہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔)

مہینوں کے نام کی جگہ

حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں: بعض مفسرین رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جب مہینوں کے نام رکھے گئے تو جس موسم میں جو مہینہ تھا' اُسی سے اُس کا نام ہوا' جو مہینہ گرمی میں تھا' اسے رمضان کہہ دیا گیا اور جو موسمِ بہار میں تھا اسے ربیع الاوّل اور جو سردی میں تھا جب پانی جم رہا تھا' اسے جمادی الاولیٰ کہا گیا۔ اسلام میں ہر نام کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور نام کام کے مطابق رکھا جاتا ہے۔ دوسری اصطلاحات میں یہ بات نہیں' ہمارے ہاں بڑے جاہل کا نام ''محمد فاضل'' اور بزدل کا نام ''شیر بہادر'' ہوتا ہے اور بدصورت کو ''یوسف خان'' کہتے ہیں! اسلام میں یہ عیب نہیں' رمضان بہت خوبیوں کا جامع تھا' اس لیے اس کا نام رمضان ہوا۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۲۰۵)

سونے کے دروازے والا محل

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکی مدنی سلطان' رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ رحمت شان ہے: جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخر رات تک بند نہیں ہوتے جو کوئی بندہ اس ماہِ مبارک کی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے ہر سجدہ کے عوض (یعنی بدلہ میں) اس کے لیے پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا گھر بناتا ہے' جس میں ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے پٹ سونے کے بنے ہوں گے' جن میں یاقوت سرخ جڑے ہوں گے۔ پس جو کوئی ماہِ رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اللہ عزوجل مہینے کے آخر دن تک اس کے گناہ معاف فرما

دیتا ہے اور اس کے لیے صبح سے شام تک ستّر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، رات اور دن میں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اس کے ہر سجدہ کے عوض (یعنی بدلہ اُسے (جنت میں) ایک ایک ایسا درخت عطا کیا جاتا ہے کہ اس کے سائے میں گھڑ سوار پانچ سو برس تک چلتا رہے۔ (شعب الایمان ج۳ص۳۱۴، حدیث: ۳۶۳۵)

سبحان اللہ عزوجل! خدائے حنان ومنّان عزوجل کا کس قدر عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب ذیشان، رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ایسا ماہِ رمضان عطا فرمایا کہ اس ماہِ مکرم میں جنت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور نیکیوں کا اجر خوب بڑھ جاتا ہے۔ بیان کردہ حدیث کے مطابق رمضان المبارک کی راتوں میں نماز ادا کرنے والے کو ہر ایک سجدہ یک بدلہ میں پندرہ سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں، نیز جنت کا عظیم الشان محل مزید برآں۔ اس حدیث مبارکہ میں روزہ داروں کے لیے یہ بشارتِ عظمٰی بھی موجود ہے کہ صبح تا شام ستّر ہزار فرشتے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

الحمدللہ عزوجل! تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ عاشقانِ رسول کی صحبت حاصل ہونے کی صورت میں ماہِ رمضان المبارک کی برکتیں لوٹنے کا بہت ذہن بنتا ہے، ورنہ بُری صحبتوں میں رہ کر اس مبارک مہینے میں بھی اکثر لوگ گناہوں میں پڑے رہتے ہیں۔ آیئے! گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے ایک فنکار کا واقعہ سنیے! جسے دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول نے مدنی رنگ چڑھا گیا۔ چنانچہ

میں فنکار تھا!

اورنگی ٹاؤن (باب المدینہ کراچی) کے ایک اسلامی بھائی کے بیان کا لُبِّ لُباب ہے: افسوس صد کروڑ افسوس! میں ایک فنکار تھا، میوزیکل پروگرامز اور فنکشنز کرتے ہوئے زندگی کے انمول اوقات برباد ہوتے جا رہے تھے۔ قلب ودماغ پر غفلت کے کچھ

ایسے پردے پڑے ہوئے تھے کہ نہ نماز کی توفیق تھی' نہ ہی گناہوں کا احساس۔ صحرائے مدینہ ٹول پلازہ سُپر ہائی وے کراچی میں بابُ الاسلام سطح پر ہونے والے تین روزہ سنتوں بھرے اجتماع (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) میں حاضری کے لیے ایک ذمہ دار اسلامی بھائی نے انفرادی کوشش کر کے ترغیب دلائی۔ زہے نصیب! اُس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ تین روزہ اجتماع کے اختتام پر رقت انگیز دعا میں مجھے اپنے گناہوں پر بہت زیادہ ندامت ہوئی' میں اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا' پھوٹ پھوٹ کر رو دیا' بس رونے نے کام دکھا دیا۔ الحمد للہ عزوجل! مجھے دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول مل گیا۔ اور میں نے رقص و سرور کی محفلوں سے توبہ کر لی اور مدنی قافلوں میں سفر کو اپنا معمول بنا لیا۔ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۴ء کو میں جب مدنی قافلے میں سفر پر روانہ ہو رہا تھا کہ چھوٹی ہمشیرہ کا فون آیا' گھبرائی ہوئی آواز میں انہوں نے اپنے ہاں ہونے والی نابینا بچی کی ولادت کی خبر سنائی اور ساتھ ہی کہا: ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ اس کی آنکھیں روشن نہیں ہوسکتیں۔ اتنا کہنے کے بعد بند ٹوٹا اور چھوٹی بہن صدمے سے بلک بلک کر رونے لگی' میں یہ کہہ کر ڈھارس بندھائی کہ ان شاءاللہ عزوجل! مدنی قافلے میں دعا کروں گا۔ میں نے مدنی قافلے میں خود بھی بہت دعائیں کیں اور مدنی قافلے والے عاشقانِ رسول سے بھی دعائیں کروائیں۔ جب مدنی قافلے سے پلٹا تو دوسرے ہی دن چھوٹی بہن کا مسکراتا ہوا فون ہوا اور انہوں نے خوشی خوشی یہ خبر فرحت اثر سنائی کہ الحمد للہ عزوجل! میری نابینا بیٹی کی آنکھیں روشن ہوگئی ہیں اور ڈاکٹر تعجب کر رہے ہیں کہ یہ کیسے ہوگیا! کیونکہ ہماری ڈاکٹری میں کوئی علاج ہی نہیں تھا۔ یہ بیان دیتے وقت الحمد اللہ! مجھے بابُ المدینہ' کراچی میں علاقائی مشاورت کے ایک رکن کی حیثیت سے دعوتِ اسلامی کے مدنی کاموں کے لیے کوششیں کرنے کی سعادتیں حاصل ہیں۔

آفتوں سے ڈر رکھ کرم پر نظر
روشن آنکھیں میں قافلے میں چلو

آپ کو ڈاکٹر نے گو مایوس کر
بھی دیا مت ڈریں قافلے میں چلو

دیکھا آپ نے! دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول کتنا پیارا ہے' اس کے دامن میں آ کر معاشرے کے نہ جانے کتنے کتنے ہی بگڑے ہوئے ہیں' افراد باکردار بن کر سنتوں بھری باعزت زندگی گزارنے لگے' نیز مدنی قافلوں کی بہاریں بھی آپ کے سامنے ہیں' جس طرح مدنی قافلوں میں سفر کی برکت سے بعضوں کی دنیوی مصیبت رخصت ہو جاتی ہے' ان شاء اللہ عزوجل! اسی طرح تاجدارِ رسالت' شہنشاہِ نبوت' سراپا شفیع اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت آخرت کی آفت بھی راحت میں ڈھل جائے گی۔

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

پانچ خصوصی کرم

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رحمت عالمیان' سلطان دو جہاں' شہنشاہِ کون و مکان' حبیب رحمٰن عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے: میری اُمت کو ماہِ رمضان میں پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں: (۱) جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل ان کی طرف رحمت کی نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ عزوجل نظرِ رحمت فرمائے' اُسے کبھی بھی عذاب نہ دے گا (۲) شام کے وقت ان کے منہ کی بو (جو بھوک کی وجہ سے ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے (۳) فرشتے ہر رات اور دن ان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں (۴) اللہ تعالیٰ جنت کو حکم فرماتا ہے: میرے (نیک) بندوں کے لیے مُزین (یعنی آراستہ) ہو جا! عنقریب وہ دنیا کی مشقت سے میرے گھر اور کرم میں راحت پائیں گے (۵) جب ماہِ رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرما دیتا ہے' قوم میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر

عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ لیلۃ القدر ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں! کیا تم نہیں دیکھتے کہ مزدور جب اپنے کاموں سے فارغ ہو جاتے ہیں تو انہیں اُجرت دی جاتی ہے۔

(الترغیب والترہیب ج۲ص۵۶' حدیث:۷)

صغیرہ گناہوں کا کفارہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور' شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ پُرسرور ہے: پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور ماہِ رمضان اگلے رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہے' جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ (صحیح مسلم' ص۱۴۴' حدیث:۲۳۳)

توبہ کا طریقہ

سبحان اللہ عزوجل! رمضان المبارک میں رحمتوں کی چھما چھم بارش اور گناہِ صغیرہ کے کفارے کا سامان ہو جاتا ہے' گناہِ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں' توبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو گناہ ہوا' خاص اس گناہ کا ذکر کرے' دل کی بیزاری اور آئندہ اس سے بچنے کا عہد کر کے توبہ کرے۔ مثلاً جھوٹ بولا' بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض کرے: یا اللہ عزوجل! میں نے جو یہ جھوٹ بولا ہے اس سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ نہیں بولوں گا۔ توبہ کے دوران دل میں جھوٹ سے نفرت ہو اور ''آئندہ نہیں بولوں گا'' کہتے وقت دل میں یہ ارادہ بھی ہو کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں' ایسا ہی کروں گا' جبھی توبہ ہے۔ اگر بندے کی حق تلفی کی ہے تو توبہ کے ساتھ ساتھ اس بندے سے معاف کروانا بھی ضروری ہے۔ ماہِ رمضان کے فضائل سے کتب احادیث مالا مال ہیں۔ رمضان المبارک میں اس قدر برکتیں اور رحمتیں ہیں کہ ہمارے پیارے پیارے آقا' مکی مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا: اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا ہے تو میری اُمت تمنا کرتی کہ کاش! پورا سال رمضان ہی ہوتا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج۳ص۱۹۰' حدیث ۱۸۸۶)

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان جنت نشان

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوبِ رحمٰن سرورِ ذیشان، رحمتِ عالمیان، مکی مدنی سلطان صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ شعبان کے آخری دن بیان فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات (ایسی بھی ہے) جو ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے، اس (ماہِ مبارک) کے روزے اللہ عزوجل نے فرض کیے اور اس کی رات میں قیامِ تطلوع (یعنی سنت) ہے، جو اس میں نیکی کا کام کرے گا تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا ہے اور اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مہینہ مواسات (یعنی غمخواری اور بھلائی) کا ہے اور اس مہینے میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے، اس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس کے افطار کرانے والے کو ایسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ بغیر اس کے کہ اس کے اجر میں کچھ کمی ہو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب (تو) اُس (شخص) کو دے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کروائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا، اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا، یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اوّل (یعنی ابتدائی دس دن) رحمت ہے اور اس کا اوسط (یعنی درمیانی دس دن) مغفرت ہے اور آخر (یعنی آخری دس دن) جہنم سے آزادی ہے جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے (یعنی کام کم لے) اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرما دے گا، اس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو ان میں سے دو ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے اور بقیہ دو سے تمہیں بے نیازی نہیں۔ پس وہ دو باتیں

جن کے ذریعے تم اپنے ربِ عزوجل کو راضی کرو گے، وہ یہ ہیں: (۱) لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا (۲) استغفار کرنا۔ جبکہ وہ دو باتیں جن سے تمہیں غنا (بے نیازی) نہیں، وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرنا (۲) جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج۳ ص ۱۸۸۷)

ابھی جو حدیث پاک بیان کی گئی، اس میں ماہ رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں اور عظمتوں کا خوب تذکرہ ہے۔ اس ماہِ مبارک میں کلمہ شریف زیادہ تعداد میں پڑھ کر اور بار بار استغفار یعنی خوب توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی سعی کرنی ہے اور ان دو باتوں سے تو کسی صورت میں بھی لاپرواہی نہیں ہونی چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ سے جنت میں داخلہ اور جہنم سے پناہ کی بہت زیادہ التجائیں کرنی ہیں۔

رمضان المبارک کے چار نام

اللہ اکبر عزوجل! ماہِ رمضان کا بھی کیا خوب فیضان ہے، مفسّر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں: اس ماہِ مبارک کے کل چار نام ہیں: (۱) ماہِ رمضان (۲) ماہِ صبر (۳) ماہِ مُوَاسات، اور (۴) ماہِ وسعت رزق۔

مزید فرماتے ہیں: روزہ صبر ہے جس کی جزاء ربِ عزوجل ہے اور وہ اسی مہینے میں رکھا جاتا ہے، اس لیے اسے ماہِ صبر کہتے ہیں، مُوَاسات کے معنی ہیں: بھلائی کرنا، چونکہ اس مہینے میں سارے مسلمانوں سے خاص کر اہلِ قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے، اس لیے اسے ماہِ مُوَاسات کہتے ہیں۔ اس میں رزق کی فراخی بھی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھالیتے ہیں، اسی لیے اس کا نام ماہِ وسعتِ رزق بھی ہے۔ (تفسیر نعیمی ج۲ ص ۲۰۸)

ہر شب ساٹھ ہزار کی بخشش

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ ذیشان، مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان، محبوبِ رحمٰن عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان

ہے: رمضان شریف کی ہر شب آسمانوں میں صبح صادق تک ایک منادی یہ نداء کرتا ہے: اے اچھائی مانگنے والے! مکمل کر (یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف آگے بڑھ) اور خوش ہو جا! اور اے شریر! شر سے باز آ جا اور عبرت حاصل کر۔ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کی طلب پوری کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں افطار کے وقت ساٹھ ہزار گناہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے اور عید کے دن سارے مہینے کے برابر گناہگاروں کی بخشش کی جاتی ہے۔ (الدر المنثور ج ا ص ۱۴۶)

مدینے کے دیوانو! رمضان المبارک کی جلوہ گری تو کیا ہوتی ہے، ہم غریبوں کے وارے ہی نیارے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور خوب مغفرت کے پروانے تقسیم ہوتے ہیں، کاش! ہم گنہگاروں کو بطفیل رمضان، سرورِ کون و مکان، مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان، محبوبِ رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بھرے ہاتھوں جہنم سے رہائی کا پروانہ مل جائے۔ امام اہل سنت علیہ رحمہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

تمنا ہے فرمایئے روزِ محشر
یہ تیری رہائی کی چھٹی ملی ہے

روزانہ دس لاکھ گنہگاروں کی دوزخ سے رہائی

اللہ تعالیٰ کی عنایتوں، رحمتوں اور بخششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، رسولوں کے سالار، نبیوں کے سردار، باذنِ پروردگار، دو عالم کے مالک و مختار، شہنشاہِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ عزوجل کسی بندے کی طرف نظر فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ (گنہگاروں) کو جہنم سے آزا

دفرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے اُن کے مجموعہ کے برابر اُس ایک رات میں آزاد فرماتا ہے پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے: اے گروہِ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کر لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس کو پورا پورا اجر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۱۹ حدیث: ۲۳۷۰۲)

جمعہ کی ہر ہر گھڑی میں دس لاکھ کی مغفرت

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب رب العالمین سیّد الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین جناب رحمۃ للعلمین عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ دلنشین ہے: اللہ عزوجل ماہِ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جن پر گناہوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکا تھا نیز شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ (یعنی جمعرات کو غروبِ آفتاب سے لے کر جمعہ کو غروبِ آفتاب تک) کی ہر ہر گھڑی میں ایسے دس دس لاکھ گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جو عذاب کے حق دار قرار دیئے جا چکے ہوتے ہیں۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۲۲۳ حدیث: ۲۳۷۱۶)

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا
پر تو نے بھی دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تجویز
لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا

حضراتِ محترم! بیان کردہ احادیث مبارکہ میں رب الانام عزوجل کے کس قدر عظیم الشان انعام واکرام کا ذکر ہے سبحان اللہ عزوجل! رمضان المبارک میں روزانہ دس لاکھ ایسے گنہگاروں کی بخشش ہو جایا کرتی ہے جو اپنے گناہوں کے سبب جہنم کے حق دار قرار پا

چکے ہوتے ہیں۔ نیز شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ کی تو ہر گھڑی میں دس دس لاکھ گنہگار عذابِ نار سے آزاد قرار دیئے جاتے ہیں‘ تو پھر رمضان کی آخری شب کو تو کیا خوب بہار ہے کہ سارے ماہِ رمضان میں جتنے بخشے گئے تھے‘ اس کے شمار کے برابر گنہگار اس ایک رات میں عذابِ نار سے نجات پاتے ہیں۔ اے کاش! اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں اور بدکاروں کو بھی ان مغفرت یافتگان میں شامل کر لے! آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

بھلائی ہی بھلائی

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: اُس مہینے کو خوش آمدید ہے جو ہمیں پاک کرنے والا ہے‘ پورا رمضان خیر ہی خیر ہے‘ دن کا روزہ ہو‘ یا رات کا قیام‘ اس مہینے میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کا درجہ رکھتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین ص ۱۷۶)

خرچ میں کشادگی کرو!

حضرت سیدنا ضمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سلطان‘ سرورِ ذیشان‘ رحمتِ عالمیان‘ سردارِ دو جہان‘ محبوبِ رحمٰن عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ برکت نشان ہے: ماہِ رمضان میں گھر والوں کے خرچ کرنے میں کشادگی کرو‘ کیونکہ ماہِ رمضان میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی طرح ہے۔

(الجامع الصغیر ص ۱۶۲‘ حدیث: ۲۷۱۶)

بڑی بڑی آنکھ والی حوریں!

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمتِ عالم‘ نورِ مجسم‘ حبیبِ اکرم‘ نبی مکرم‘ شاہِ بنی آدم‘ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ معظم ہے: جب رمضان شریف کی پہلی تاریخ آتی ہے تو عرش کے نیچے سے مثیرہ نامی ہوا چلتی ہے‘ جو جنت کے درختوں کے پتوں کو ہلاتی ہے‘ اس ہوا کے چلنے سے ایسی دلکش آواز بلند ہوتی ہے کہ اس سے بہتر آواز آج تک کسی نے نہیں سنی۔ اس آواز کو سن کر بڑی بڑی آنکھوں

والی حوریں ظاہر ہوتی ہیں' یہاں تک کہ جنت کے بلند محلوں پر کھڑی ہو جاتی ہیں اور کہتی ہیں: ہے کوئی جو ہم کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے کہ ہمارا نکاح اُس سے ہو؟ پھر وہ حوریں داروغۂ جنت (حضرت) رضوان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے پوچھتی ہیں: آج یہ کیسی رات ہے؟ حضرت رضوان علیہ السلام جواباً تلبیہ (یعنی لبیک) کہتے ہیں' پھر کہتے ہیں: یہ ماہِ رمضان کی پہلی رات ہے' جنت کے دروازے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے داروں کے لیے کھول دیے جاتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۰' حدیث: ۲۳)

دو اندھیرے دور

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور عطا کیے ہیں' تاکہ وہ دو اندھیروں کے ضرر (یعنی نقصان) سے محفوظ رہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ عزوجل! وہ دونوں کون کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: نورِ رمضان اور نورِ قرآن۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: دو اندھیرے کون کون سے ہیں؟ فرمایا: ایک قبر کا اور دوسرا قیامت کا۔

(دُرّۃ الناصحین ص ۹)

حضراتِ محترم! دیکھا آپ نے کہ خدائے حنّان و منّان عزوجل ماہِ رمضان کے قدردان پر کس درجہ مہربان ہے۔ پیش کردہ دونوں روایتوں میں ماہِ رمضان کی کس قدر عظیم رحمتوں اور برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ماہِ رمضان کا قدردان روزے رکھ کر خدائے رحمٰن عزوجل کی رضا حاصل کر کے جنتوں کی اَبدی اور سرمدی نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ نیز دوسری حکایت میں دو نور اور دو اندھیروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اندھیروں کو دور کرنے کے لیے روشنی کا وجود ضروری ہے۔ خدائے رحمٰن عزوجل کے اس عظیم احسان پر قربان! کہ اس نے ہمیں قرآن و رمضان کے دو نور عطا کر دیئے' تاکہ قبر و قیامت کے ہولناک اندھیرے دور ہوں اور نور ہی نور ہو جائے۔

رمضان وقرآن شفاعت کریں گے

روزہ اور قرآن روزِ محشر مسلمانوں کے لیے شفاعت کا سامان بھی فراہم کریں گے' چنانچہ مدینے کے سلطان' سردارِ دو جہان' رحمتِ عالمیان' سرور ذیشان' محبوبِ رحمٰن عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ اور قرآن بندے کے لیے قیامت کے دن شفاعت کریں گے' روزہ عرض کرے گا: اے ربِ کریم عزوجل! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا' میری شفاعت اسے کے حق میں قبول فرما! قرآن کہے گا: میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا' میری شفاعت اس کے لیے قبول کر! پس دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔ (مسند امام احمد ج ۲ ص ۵۸۶' حدیث: ۶۶۳۷)

بخشش کا بہانہ

امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات علی المرتضٰی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: اگر اللہ عزوجل کو اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب کرنا مقصود ہوتا تو ان کو رمضان اور سورۂ قل ھواللہ احد شریف ہرگز عنایت نہ کرتا۔ (نزھۃ المجالس ج ۱ ص ۲۱۶)

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روزِ جزا
دی اُن کی رحمت نے یہ صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

لاکھ رمضان کا ثواب

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار' مدینے کے تاجدار' باذنِ پروردگار' دو عالم کے مالک ومختار' شہنشاہِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے مکہ مکرمہ میں ماہِ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا' قیام کیا تو اللہ عزوجل اس کے لیے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر دن میں نیکی لکھے گا۔

(ابن ماجہ ج ۳ ص ۵۲۳' حدیث: ۳۱۱۷)

کاش عید مدینے میں ہو!

حضراتِ محترم! اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب، گناہوں کے مریضوں کے طبیب عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیارِ ولادت مکہ مکرمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں کس قدر لطف وکرم فرمایا ہے کہ شاہِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی غلام اگر ماہِ رمضان مکہ میں گزارلے اور وہیں روزے رکھے اور رات کو حسبِ توفیق نوافل وغیرہ ادا کرے تو اُسے دوسرے مقامات کا ایک لاکھ رمضان کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا اور ہر روز وشب ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ایک ایک عظیم الشان نیکی مزید برآں۔ اے کاش! ہمیں بھی مکہ مکرمہ میں ماہِ رمضان گزارنے کی عظیم سعادت نصیب ہو جائے اور اس میں خوب عبادت کرنے کی بھی توفیق ملے۔ اور پھر ماہِ رمضان گزار کے فوری عید منانے کے لیے اپنے میٹھے میٹھے آقا مکی مدنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ ضیابار پر حاضر ہو جائیں اور وہاں پر رو رو کر ''عیدی'' کی بھیک مانگیں اور سبز سبز گنبد کے مکین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت جوش پر آ جائے اور اے کاش! سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے استِ پُرانوار سے ہم گنہگار ''عیدی'' پائیں اور یہ سب پچھ ان صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم ہی سے ممکن ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عبادت پر کمر بستہ ہو جاتے

ماہِ رمضان میں ہمیں اللہ عزوجل کی خوب خوب عبادت کرنی چاہیے اور ہر وہ کام کرنا چاہیے، جس میں اللہ عزوجل اور اس کے پیارے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو۔ اگر اس پاکیزہ مہینے میں بھی کوئی اپنی بخشش نہ کروا سکا تو پھر کب کروائے گا؟ ہمارے پیارے پیارے اور میٹھے میٹھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک مہینے کی آمد کے ساتھ ہی عبادتِ الٰہی عزوجل میں بہت زیادہ مگن ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب ماہِ رمضان آتا تو میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے اور سارا

مہینہ اپنے بستر منور پر تشریف نہ لاتے۔ (الدر المنثور ج ا ص ۴۴۹)

آقا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں خوب دعائیں مانگتے تھے!

مزید فرماتی ہیں کہ جب ماہِ رمضان تشریف لاتا تو حضور اکرم، نورِ مجسم، شاہ بنی آدم، رسولِ محتشم، شافعِ اُمم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی کثرت فرماتے اور خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگتے اور اللہ عزوجل کا خوف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری رہتا۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۰، حدیث: ۳۶۲۵)

آقا علیہ السلام رمضان میں خوب خیرات کرتے

اس ماہِ مبارک میں خوب صدقہ وخیرات کرنا بھی سنت ہے، چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ماہِ رمضان آتا تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو رہا کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔ (الدر المنثور ج ا ص ۴۴۹)

سب سے بڑھ کر سخی

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی ہیں اور سخاوت کا دریا سب سے زیادہ اس وقت جوش پر ہوتا۔ جب ماہِ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاقات کے لیے حاضر ہوتے۔ جبریل امین علیہ السلام (رمضان المبارک کی) ہر رات ملاقات کے لیے حاضر ہوتے اور رسول کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ قرآن کریم کا دورہ فرماتے۔ پس رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ خیر کے معاملے میں سخاوت فرماتے۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۹، حدیث: ۶)

ہاتھ اُٹھا کر حاضر ہیں ہم اے کریم
ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

(حدائق بخشش شریف)

ہزار گناہ معاف

ماہِ رمضان میں نیکیوں کا اجر بہت بڑھ جاتا ہے' لہٰذا کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ نیکیاں اس ماہ میں جمع کر لینی چاہیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ماہِ رمضان میں ایک دن کا روزہ رکھنا ایک ہزار دن کے روزوں سے افضل ہے اور ماہِ رمضان میں ایک مرتبہ تسبیح کرنا (یعنی سبحان اللہ کہنا) اس ماہ کے علاوہ ہزار مرتبہ تسبیح کرنے سے افضل ہے اور ماہِ رمضان میں ایک رکعت پڑھنا غیر رمضان کی ایک ہزار رکعتوں سے افضل ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۴۵۴)

رمضان میں ذکر کی فضیلت

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ انور' مدینے کے تاجور' نبیوں کے سردار' محبوبِ ربِ اکبر' سیّدہ آمنہ کے دلبر عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان رحمت نشان ہے:

ذاكر الله في رمضان يغفر له وسائل الله فيه لا يغيب۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۱' حدیث: ۳۶۲۷)

ترجمہ: ''رمضان میں ذکر اللہ عزوجل کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا محروم نہیں رہتا''۔

سنتوں بھرا اجتماع اور ذکر اللہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جو اس ماہِ مبارک میں خصوصیت کے ساتھ سنتوں بھرے اجتماعات میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے اور اللہ عزوجل سے اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ الحمد للہ عزوجل! تبلیغ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک' دعوتِ اسلامی کا سنتوں بھرا اجتماع از ابتداء تا انتہاء ذکر اللہ عزوجل ہی پر مشتمل ہوتا ہے' کیونکہ تلاوت' نعت شریف' سنتوں بھرا بیان' دعا اور صلوٰۃ وسلام وغیرہ سب ذکر اللہ عزوجل میں داخل ہیں۔ دعوتِ اسلامی کے اجتماع

کی برکات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو! چنانچہ

چھ بیٹیوں کے بعد اولادِ نرینہ

مرکزُ الاولیاء (لاہور) کے ایک اسلامی بھائی کا بیان بالتصرف عرض کرتا ہوں: غالباً ۲۰۰۳ء کی بات ہے کہ ایک اسلامی بھائی نے مجھے تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے تین روزہ بین الاقوامی سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی دعوت عنایت فرمائی۔ میں نے عرض کی: میں چھ بیٹیوں کا باپ ہوں' میرے گھر میں پھر ولادت متوقع ہے' دعا فرمایئے کہ اب کی بار نرینہ اولاد ہو۔ وہ اسلامی بھائی انفرادی کوشش کا اچھوتا انداز اختیار کرتے ہوئے فرمانے لگے: سبحان اللہ عزوجل! اب تو آپ کو تین روزہ سنتوں بھرے اجتماع میں حاضری کی زیادہ ضرورت ہے' حج کے بعد تعداد کے لحاظ سے عاشقانِ رسول کے سب سے بڑے اجتماع (ملتان شریف) میں آ کر دعا مانگیے' نہ جانے کس کے صدقے میں بیڑا پار ہو جائے۔ اس کی بات میرے دل کو لگ گئی اور میں سنتوں بھرے اجتماع میں حاضر ہو گیا۔ وہاں کے روح پرور مناظر کا بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں' مجھے زندگی میں پہلی بار اس قدر زبردست روحانی سکون نصیب ہوا۔ الحمدللہ عزوجل! اجتماع کے چند ہی روز کے بعد اللہ عزوجل نے مجھے چاند سا مدنی منا عطا فرمایا' گھر والوں کی خوشی بیان سے باہر ہے۔ الحمدللہ عزوجل! میں دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے مجھے مزید ایک اور مدنی منّے سے بھی نواز دیا۔ الحمدللہ عزوجل! یہ بیان دیتے وقت مجھ گنہگار کو دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول میں قافلہ ذمہ دار کی حیثیت سے خدمت کی سعادت ملی ہوئی ہے۔

حضراتِ محترم! دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول اور سنتوں بھرے اجتماعات میں رحمتیں کیوں نازل نہ ہوں گی کہ ان عاشقانِ رسول میں نہ جانے کتنے اولیاء کرام رحمہم اللہ ہوتے ہیں۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جماعت میں برکت ہے اور دعائے مجمع مسلمین اقرب بقبول (یعنی مسلمانوں کے مجمع میں دعا مانگنا قبولیت کے

قریب تر ہے)۔ علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان صالح (یعنی نیک مسلمان) جمع ہوتے ہیں' اُن میں سے ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جدید ج ۲۴ ص ۱۸۴' شرح جامع صغیر تحت الحدیث ۲۱۷ ج ۱ ص ۳۱۲' دارالحدیث' مصر) بالفرض دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہو' تب بھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لانا چاہیے۔ ہماری بھلائی کس بات میں ہے' اس کو یقیناً اللہ عزوجل ہم سے زیادہ بہتر جانتا ہے' ہمیں ہر حال میں پاک پروردگار عزوجل کا شکر گزار بندہ بن کر رہنا چاہیے' وہ بیٹا دے تب بھی اس کا شکر' بیٹی دے تب بھی اس کا شکر' دونوں دے تب بھی شکر اور نہ دے تب بھی شکر' ہر حال میں شکر شکر اور شکر ہی ادا کرنا چاہیے۔ پارہ ۲۵' سورۃ الشوریٰ کی آیت: ۴۹۔۵۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ کنزالایمان: ''اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت' پیدا کرتا ہے جو چاہے' جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے' یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے' بے شک وہ علم و قدرت والا ہے''۔ (پ ۲۵' الشوریٰ: ۴۹۔۵۰)

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ مالک ہے اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے' جسے جو چاہے دے' انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔ حضرت سیدنا لوط علیہ السلام و حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کے صرف دو بیٹیاں تھیں کوئی بیٹا نہ تھا اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صرف فرزند تھے کوئی دختر ہوئی ہی نہیں اور سیّد الانبیاء حبیبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے اور چار صاحبزادیاں اور حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی اولاد ہی نہیں۔ (خزائن العرفان ص ۷۷۷)

رمضان کا دیوانہ

محمد نامی ایک آدمی سارا سال نماز نہ پڑھتا تھا' جب رمضان شریف کا متبرک مہینہ آتا تو وہ پاک صاف کپڑے پہنتا اور پانچوں وقت پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا اور سال

گزشتہ کی قضاء نمازیں بھی ادا کرتا‘ لوگوں نے اس سے پوچھا: تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ مہینہ رحمت‘ برکت‘ توبہ اور مغفرت کا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے میرے اس عمل کے سبب بخش دے‘ جب اس کا انتقال ہو گیا تو کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا: ”مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ؟“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا: میرے اللہ عزوجل نے مجھے احترامِ رمضان شریف بجالانے کے سبب بخش دیا۔ (درۃ الناصحین ص ۸) اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو! (آمین)

اللہ بے نیاز ہے

حضراتِ محترم! دیکھا آپ نے خدائے رحمٰن عزوجل ماہِ رمضان مبارک کے قدردان پر کس درجہ مہربان ہے کہ سارا سال کے باقی مہینے چھوڑ کر صرف ماہِ رمضان میں عبادت کرنے والے کی مغفرت فرمادی۔ اس حکایت سے کہیں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اب تو (معاذ اللہ عزوجل) سارا سال نمازوں کی چھٹی ہوگی! صرف رمضان المبارک میں روزہ‘ نماز کو ادا کرلیا کریں گے اور سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔

پیارے اسلامی بھائیو! دراصل بخشنا یا عذاب کرنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے‘ وہ بے نیاز ہے‘ اگر چاہے تو کسی مسلمان کو بظاہر چھوٹے سے نیک عمل پر ہی اپنے فضل سے بخش دے اور اگر چاہے تو بڑی بڑی نیکیوں کے باوجود کسی کو محض ایک چھوٹے سے گناہ پر اپنے عدل سے پکڑ لے۔

رمضان میں گناہ کرنے والا

سیدتنا اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے‘ دو جہان کے سلطان‘ شہنشاہِ کون و مکان‘ سرورِ ذیشان‘ محبوبِ رحمٰن عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: میری اُمت ذلیل و رسوا نہ ہوگی جب تک کہ وہ ماہِ رمضان کا حق ادا کرتی رہے گی۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رمضان کے حق کو ضائع کرنے میں اُن کا ذلیل و رُسوا

ہونا کیسا ہے؟ فرمایا: اس ماہ میں ان کا حرام کاموں کا کرنا۔ پھر فرمایا: جس نے اس ماہ میں زنا کیا یا شراب پی تو اگلے رمضان تک اللہ عزوجل اور جتنے آسمانی فرشتے ہیں' سب اس پر لعنت کرتے ہیں' پس یہ شخص اگر اگلے رمضان کو پانے سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جو اسے جہنم کی آگ سے بچا سکے۔ پس تم ماہِ رمضان کے معاملے میں ڈرو' کیونکہ جس طرح اس ماہ میں اور مہینوں کے مقابلے میں نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں' اسی طرح گناہوں کا بھی معاملہ ہے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی ج۹ص۶۰' حدیث: ۱۴۸۸)

تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہ   اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ

ناقدرو خبردار!

دوستو! لرز اُٹھئے! ماہِ رمضان کی ناقدری سے بچنے کا خصوصیت کے ساتھ سامان کیجئے! اس ماہِ مبارک میں دوسرے مہینوں کے مقابلے میں جس طرح نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں' اسی طرح دیگر مہینوں کے مقابلے مین گناہوں کی ہلاکت خیزیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ ماہِ رمضان میں شراب پینے والا اور زنا کرنے والا تو ایسا بدنصیب ہے کہ آئندہ رمضان سے پہلے پہلے مر گیا تو اب اس کے پاس کوئی نیکی ایسی نہ ہوگی جو اسے جہنم کی آگ سے بچا سکے۔ یاد رہے! آنکھوں کا زنا بدنگاہی' ہاتھوں کا زنا اجنبیہ کو (یا شہوت کے ساتھ امرد کو) چھونا ہے۔ لہٰذا خبردار! خبردار! خبردار! ماہِ رمضان میں بالخصوص اپنے آپ کو بدنگاہی اور اَمرد بینی سے بچایئے۔ حتی الامکان "آنکھوں کا قفل مدینہ" یعنی نگاہیں نیچی رکھنے کی کوشش کیجئے۔ آہ صد ہزار آہ! بسا اوقات نمازی اور روزہ دار بھی ماہ رمضان کی بے حرمتی کرے' قہر وقہار اور غضب جبار کا شکار ہو کر عذابِ نار میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

دل پر سیاہ نقطہ

حدیث مبارکہ میں آتا ہے: جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بن جاتا ہے' جب دوسری بار گناہ کرتا ہے تو دوسرا سیاہ نقطہ بنتا ہے' یہاں تک کہ اس کا

دل سیاہ ہو جاتا ہے' نتیجۃً بھلائی کی بات اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۴۴۶)

اب ظاہر ہے جس کا دل ہی زنگ آلود اور سیاہ ہو چکا ہو' اُس پر بھلائی کی بات اور نصیحت کہاں اثر کرے گی؟ رمضان مبارک ہو یا غیر رمضان ایسے انسان کا گناہوں سے باز و بیزار رہنا نہایت ہی دشوار ہو جاتا ہے' اس کا دل نیکی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔

دل کی سیاہی کا علاج

اس سیاہ قلبی کا علاج ضروری ہے اور اس کے علاج کا ایک مؤثر ذریعہ پیر کامل بھی ہے' یعنی کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جائے جو پرہیزگار اور متبع سنت ہو' جس کی زیارت خدائے مصطفےٰ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلائے' جس کی باتیں صلوٰۃ و سنت کا شوق اُبھارنے والی ہوں' جس کی صحبت موت و آخرت کی تیاری کا جذبہ بڑھاتی ہو' اگر خوش قسمتی سے ایسا پیر کامل میسر آ گیا تو انشاء اللہ عزوجل دل کی سیاہی کا ضرور علاج ہو جائے گا' لیکن اگر معین گنہگار مسلمان کے بارے میں یہ کہنے کی اجازت نہیں کہ اس کے دل پر مُہر لگ گئی ہے یا اُس کا دل سیاہ ہو گیا' جبھی نیکی کی دعوت اس پر اثر نہیں کرتی' یقیناً اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ اُسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے' جس سے وہ راہِ راست پر آ جائے' اللہ عزوجل ہمارے دل کی سیاہی کو دور فرمائے! آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

ایک عبرت انگیز حکایت پیش کرتا ہوں' اس کو سنیے اور خوفِ خداوندی سے لرز یئے!

چنانچہ

قبر کا بھیانک منظر

ایک بار امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم زیارتِ قبور کے لیے کوفہ کے قبرستان تشریف لے گئے' وہاں ایک تازہ قبر پر نظر پڑی۔ آپ کو اس کے حالات معلوم کرنے کی خواہش ہوئی' چنانچہ بارگاہِ عزوجل میں

عرض گزار ہوئے: یا اللہ عزوجل! اس میت کے حالات مجھ پر منکشف (ظاہر) فرما! اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آپ کی التجا فوراً مسموع ہوئی (یعنی سُنی گئی) اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے اور اس مردے کے درمیان جتنے پردے حائل تھے، تمام اُٹھا دیئے گئے، اب ایک قبر کا بھیانک منظر آپ کے سامنے تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مردہ آگ کی لپیٹ میں ہے اور رو رو کر آپ سے اس طرح فریاد کر رہا ہے:

یا علی! انا غریقٌ فی النار وحریق فی النّار.

یعنی "یا علی! میں آگ میں ڈوبا ہوا ہوں اور آگ میں جل رہا ہوں"۔

قبر کے دہشت ناک منظر اور مُردے کی دردناک پکار نے حیدرِ کرار کو بے قرار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا دیئے اور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ اس میت کی بخشش کے لیے درخواست پیش کی، غیب سے آواز آئی: اے علی! آپ اس کی سفارش نہ ہی فرمائیں کیونکہ یہ شخص روزہ رکھنے کے باوجود رمضان المبارک کی بے حرمتی کرتا، رمضان المبارک میں بھی گناہوں سے باز نہ آتا، دن کو روزے تو رکھ لیتا، مگر راتوں کو گناہوں میں مبتلا رہتا تھا۔ مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ سن کر اور بھی رنجیدہ ہو گئے اور سجدے میں گر کر رو رو کر عرض کرنے لگے: یا اللہ عزوجل! میری لاج تیرے ہاتھ میں ہے، اس بندے نے بڑی اُمید کے ساتھ مجھے پکارا ہے، میرے مالک عزوجل! تو مجھے اس کے آگے رُسوا نہ فرما، اس کی بے بسی پر رحم فرما دے اور اس بیچارے کو بخش دے! حضرت علی رضی اللہ عنہ رو رو کر مناجات کر رہے تھے، اللہ عزوجل کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور نداء آئی: اے علی! ہم نے تمہاری شکستہ دلی کے سبب اسے بخش دیا۔ چنانچہ اُس مردے پر سے عذاب اُٹھا لیا گیا۔ (انیس الواعظین ص ۲۵)

کیوں نہ مشکل کشا کہوں تم کو!
تم نے بگڑی میری بنائی ہے

رمضان کی راتوں میں کھیل کود

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! گزشتہ دونوں حکایات میں ہمارے لیے عبرت کے بے شمار مدنی پھول ہیں، زندہ انسان خوب پُھدکتا ہے، مگر جب موت کا شکار ہو کر قبر میں اتار دیا جاتا ہے، اس وقت آنکھیں بند ہونے کے باوجود حقیت میں کھل چکی ہوتی ہیں، اچھے اعمال اور راہِ خدا عزوجل میں دیا ہوا مال تو کام آتا ہے، مگر جو کچھ دھن دولت پیچھے چھوڑ آتا ہے، اس میں بھلائی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ ورثاء سے یہ اُمید کم ہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مرحوم عزیز کی آخرت کی بہتری کے لیے مالِ کثیر خرچ کریں۔ بھلا مرنے والا اگر حرام وناجائز مال مثلاً گناہوں کے اسباب جیسا کہ آلاتِ موسیقی، وڈیو گیمز کی دُکان، میوزک سنٹر، سینما گھر، شراب خانہ، جوُا کا اڈا، مار لوٹ والے مال کا کاروبار وغیرہ پیچھے چھوڑے تو اس کے لیے تو اس کے لیے مرنے کے بعد سخت ترین اور ناقابلِ تصور نقصان ہے، قبر کا بھیانک منظر نامی حکایت میں رمضان المبارک کی بے حرمتی کرنے والے کا خوفناک انجام پیش کیا گیا، اس سے درسِ عبرت حاصل کیجئے۔ آہ! صد آہ! رمضان المبارک کی پاکیزہ راتوں میں کئی نوجوان محلّہ میں کرکٹ، فٹ بال وغیرہ کھیل کھیلتے، خوب شور مچاتے ہیں اور اس طرح یہ بدنصیب خود تو عبادت سے محروم رہتے ہی ہیں، دوسروں کے لیے بھی بے حد پریشانی کا باعث بنتے ہیں، نہ تو خود عبادت کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ اس قسم کے کھیل اللہ عزوجل کی یاد سے غافل کرنے والے ہیں، نیک لوگ تو ان کھیلوں سے سدا دُور ہی رہتے ہیں، خود کھیلنا تو درکنار، ایسے کھیل تماشے دیکھتے بھی نہیں، بلکہ اس قسم کے کھیلوں کا آنکھوں دیکھا حال (Commentry) بھی نہیں سنتے، لٰہذا ان حرکات سے ہمیشہ بچنا چاہیے اور خصوصاً رمضان المبارک کے بابرکات لمحات تو ہرگز ہرگز اس طرح برباد نہیں کرنے چاہئیں۔

خطاب نمبر:۲

روزے کے احکام وفضائل

روزہ کس پر فرض ہے؟

توحید ورسالت کا اقرار کرنے اور تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانے کے بعد جس طرح ہر مسلمان پر نماز فرض قرار دی گئی ہے' اس طرح رمضان شریف کے روزے بھی ہر مسلمان (مرد عورت) عاقل وبالغ پر فرض ہیں۔ دُرِمختار میں ہے: روزے ۱۰ شعبان المعظم ۲ھ کو فرض ہوئے۔ (درمختار مع ردالمختار ج ۳ ص ۳۳۰)

روزہ فرض ہونے کی وجہ

حضراتِ محترم! اسلام میں اکثر اعمال کسی نہ کسی روح پرور واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں' مثلاً صفا اور مروہ کے درمیان حاجیوں کی سعی حضرت سیدتنا ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یادگار ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی تلاش کرنے کے لیے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سات بار چلی اور دوڑی تھیں۔ اللہ عزوجل کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یہ ادا پسند آ گئی' لہٰذا اسی سنتِ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اللہ عزوجل نے باقی رکھتے ہوئے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لیے صفا ومروہ کی سعی کو واجب کر دیا۔ اسی طرح ماہِ رمضان المبارک میں سے کچھ دن ہمارے پیارے سرکار مکے مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں گزارے تھے' اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کو کھانے سے پرہیز کرتے اور رات کو ذکر اللہ عزوجل میں مشغول رہتے تھے' تو اللہ عزوجل نے ان دنوں کی یاد تازہ کرنے

کے لیے روزے فرض کیے تا کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قائم رہے۔

انبیائے کرام کے روزے

روزہ گزشتہ اُمتوں میں بھی تھا مگر اس کی صورت ہمارے روزوں سے مختلف تھی۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے ۱۳'۱۴'۱۵ تاریخ کو روزہ رکھا۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۵۸' حدیث: ۲۴۱۸۸)

حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار رہتے۔
حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے' کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۳۰۴' حدیث: ۲۴۶۲۴)

حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتے۔

(صحیح مسلم ص ۵۸۴' حدیث: ۱۱۸۹)

حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام تین دن مہینے کے شروع میں' تین دن درمیان میں اور تین دن آخر میں (یعنی مہینے میں نو دن) روزہ رکھا کرتے۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۳۰۴' حدیث: ۲۴۶۲۴)

روزہ دار کا ایمان کتنا پختہ ہے!

حضراتِ محترم! سخت گرمی ہے' پیاس سے حلق سوکھ رہا ہے' ہونٹ خشک ہو رہے ہیں' پانی موجود ہے مگر روزہ دار اس کی طرف دیکھتا تک نہیں' کھانا موجود ہے بھوک کی شدت سے حالت دگرگوں ہے' مگر وہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ آپ اندازہ فرمائیے! اس شخص کا خدائے رحمٰن عزوجل پر کتنا پختہ ایمان ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی حرکت ساری دنیا سے تو چھپ سکتی ہے مگر اللہ عزوجل سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی' اللہ عزوجل پر اس کا یہ یقینِ کامل روزے کا عملی نتیجہ ہے' کیونکہ دوسری عبادتیں کسی نہ کسی ظاہری حرکت سے ادا کی جاتی ہیں' مگر روزے کا تعلق باطن سے ہے' اس کا حال اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا' اگر وہ چھپ کر کھا پی لے' تب بھی لوگ تو یہی سمجھتے رہیں گے کہ یہ روزہ دار

ہے، مگر وہ محض خوفِ خدا عزوجل کے باعث کھانے پینے سے اپنے آپ کو بچا رہا ہے۔

حضراتِ محترم! ہو سکے تو اپنے بچوں کو بھی جلدی جلدی روزہ رکھنے کی عادت ڈلوایئے کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو انہیں روزہ رکھنے میں دشواری نہ ہو۔ چنانچہ فقہائے کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: بچہ کی عمر دس سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے رمضان المبارک میں روزہ رکھوایا جائے، اگر پوری طاقت ہونے کے باوجود نہ رکھے تو مار کر رکھوایئے، اگر رکھ کر توڑ دیا تو قضاء کا حکم نہ دیں اور نماز توڑ دے تو پھر پڑھوایئے۔ (ردالمختار ج۳ ص ۳۸۵)

کیا روزہ سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے؟

بعض لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر بیمار پڑ جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ الملفوظ حصہ دوم ج ۸ ص ۱۴۳ پر ہے: میرے آقا اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک سال رمضان المبارک سے تھوڑا عرصہ قبل والدِ مرحوم حضرت رئیس المتکلمین سیدنا مولانا نقی رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: بیٹا آئندہ رمضان المبارک میں تم سخت بیمار ہو جاؤ گے، مگر خیال رکھنا کہ کوئی روزہ قضاء نہ ہونے پائے۔ چنانچہ والدِ صاحب کے حسب الارشاد واقعی رمضان المبارک میں سخت بیمار ہو گیا، لیکن کوئی رُوزہ نہ چھوٹا۔ الحمد للہ عزوجل! روزوں ہی کی برکت سے اللہ عزوجل نے مجھے صحت عطا فرمائی اور صحت کیوں نہ ملتی کہ سیّد المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک بھی تو ہے: "صوموا تصحوا" یعنی روزہ رکھو، صحت یاب ہو جاؤ گے۔ (دُرِ مختار ج۱ ص ۴۴۰)

روزہ سے صحت ملتی ہے

امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ کے پیارے رسول، رسولِ مقبول، سیّدہ آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ صحت نشان ہے: بے شک اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنی قوم کو خبر دیجئے کہ جو بھی بندہ میری رضا کے لیے ایک دن کا روزہ

رکھتا ہے تو میں اس کے جسم کو صحت بھی عطا فرماتا ہوں اور اس کو عظیم اجر بھی دوں گا۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۴۱۲ حدیث: ۳۹۲۳)

معدے کا ورم

الحمد للہ عزوجل! احادیث مبارکہ سے مستفاد ہوا کہ روزہ اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ حصولِ صحت کا بھی ذریعہ ہے۔ اب تو سائنسدان بھی اپنی تحقیقات میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ جیسا کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر مور پالڈ (Moore Palid) کہتا ہے: میں اسلامی علوم پڑھ رہا تھا جب روزوں کے بارے میں پڑا تو اچھل پڑا' لہٰذا میں نے مسلمانوں کے طرز پر روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ عرصۂ دراز سے میرے معدے پر ورم تھا' کچھ ہی دنوں کے بعد مجھے تکلیف میں کمی محسوس ہوئی' میں روزے رکھتا رہا' یہاں تک کہ ایک مہینے میں میرا مرض بالکل ختم ہو گیا۔

حیرت انگیز انکشافات

ہالینڈ کا پادری ایلف گال کہتا ہے: میں نے شوگر' دل اور معدے کے مریضوں کو مسلسل ۳۰ دن روزے رکھوائے' نتیجتاً شوگر والوں کی شوگر کنٹرول ہو گئی' دل کے مریضوں کی گھبراہٹ اور سانس کا پھولنا کم ہوا اور معدے کے مریضوں کو سب سے زیادہ فائدہ ہوا۔ ایک انگریز ماہرِ نفسیات سگمنڈ فرائیڈ کا بیان ہے: روزے سے جسمانی کھچاؤ' ذہنی ڈپریشن اور نفسیاتِ امراض کا خاتمہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹروں کی تحقیقاتی ٹیم

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق جرمنی' انگلینڈ اور امریکہ کے ماہر ڈاکٹروں کی تحقیقاتی ٹیم رمضان المبارک میں پاکستان آئی' انہوں نے بابُ المدینہ' کراچی' مرکز اولیاء رحمہم اللہ لاہور اور دیارِ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سردار آباد (فیصل آباد) کا انتخاب کیا۔ جائزہ کے بعد انہوں نے یہ رپورٹ پیش کی: چونکہ مسلمان نماز پڑھتے ہیں' رمضان المبارک میں اس کی زیادہ پابندی کرتے ہیں' اس لیے وضو کرنے سے E.N.T یعنی

ناک، کان اور گلے کے امراض میں کمی واقع ہو جاتی ہے، نیز مسلمان روزے کے باعث کم کھاتے ہیں، لہٰذا معدے، جگر، دل اور اعصاب (یعنی پٹھوں) کے امراض میں کم مبتلا ہوتے ہیں۔

سابقہ گناہوں کا کفارہ

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیے اُس سے بچا تو جو (کچھ گناہ) پہلے کر چکا ہے، اس کا کفارہ ہو گیا۔ (صحیح ابن حبان ج۵ ص۱۸۳، حدیث:۳۴۲۴)

روزہ کی جزا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلطانِ دو جہاں، شہنشاہِ کون ومکاں، رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک دیا جاتا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: "الا الصوم فانه لی وانا اجزی به" سوائے روزے کے کہ وہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔ اللہ عزوجل کا مزید ارشاد ہے: بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو صرف میری وجہ سے ترک کرتا ہے، روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے ربِ عزوجل سے ملاقات کے وقت۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مُشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح مسلم ص۵۸۰، حدیث:۱۱۵۱)

مزید ارشاد ہے: روزہ سِپَر (یعنی ڈھال) ہے اور جب کسی کے روزہ کا دن ہو تو نہ بے ہودہ بکے اور نہ ہی چیخے، پھر اگر کوئی اور شخص اس سے گالم گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے: میں روزہ دار ہوں۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۶۲۴، حدیث:۱۸۹۴)

روزہ کا خصوصی انعام

سامعین محترم! بیان کردہ احادیث مبارکہ میں روزہ کی کئی خصوصیات ارشاد فرمائی

گئی ہیں، کتنی پیاری بشارت ہے اس روزہ دار کے لیے جس نے اس طرح روزہ رکھا جس طرح روزہ رکھنے کا حق ہے، یعنی کھانے پینے اور جماع سے بچنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اعضاء کو بھی گناہوں سے باز رکھے تو وہ روزہ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے اُس کے لیے تمام پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو گیا اور حدیث مبارکہ کا یہ فرمان عالیشان تو خاص طور پر قابل توجہ ہے، جیسا کہ سرکارِ نامدار، باذنِ پروردگار عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کا فرمانِ خوشگوار سناتے ہیں: ''فَاِنَّـهٗ لِـىْ وَاَنَا اَجْزِىْ بِـهٖ ''یعنی روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔ حدیث قدسی کے اس ارشادِ پاک کو بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے ''وَاَنَـا اُجْزٰى بِهٖ ''بھی پڑھا ہے، جیسا کہ تفسیر نعیمی وغیرہ میں ہے، تو پھر معنی یہ ہوں گے: روزہ کی جزاء میں خود ہی دوں گا۔ سبحان اللہ عزوجل! یعنی روزہ رکھ کر روزہ دار بذاتِ خود اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کو پالیتا ہے۔

اعمالِ نیک کی جزاء جنت ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآن کریم میں مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے کہ جو اچھے اعمال کرے گا اسے جنت ملے گی، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ پارہ ۳۰، سورۃ البینہ کی آیت: ۷۔۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنزالایمان: ''بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں، ان کا صلہ اُن کے ربّ عزوجل کے پاس بسنے کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ اس کے لیے ہے جو اپنے ربّ عزوجل سے ڈرے''۔

جنتی دروازہ

حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ نبوت، مہرِ رسالت، منبع جود و کرم، قاسمِ نعمت، سراپا رحمت، شافعِ اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عظمت نشان

ہے: بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے' اس سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے' ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہ ہوگا' کہا جائے گا: روزے دار کہاں ہیں؟ پس یہ لوگ کھڑے ہوں گے' ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازے سے داخل نہ ہوگا' جب یہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا' پھر کوئی اس دروازے سے داخل نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۶۲۵' حدیث:۱۸۹۶)

حضراتِ محترم! سبحان اللہ! روزہ داروں کا بھی خوب مقدر ہے۔ بروزِ قیامت ان کا خصوصی اعزاز ہوگا' جانا جنت ہی میں ہے' دیگر خوش نصیب بھی جوق در جوق داخلِ جنت ہو رہے ہوں گے' مگر روزہ دار خصوصی طور پر "بابُ الریان" سے داخلِ جنت ہوں گے۔

ایک روزے کی فضیلت

حضرت سیدنا سلمہ بن قیصر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسولوں کے سالار' نبیوں کے سردار' دو عالم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار' شہنشاہِ ابرار عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس نے ایک دن کا روزہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لیے رکھا' اللہ عزوجل اسے جہنم سے اتنا دور کرے گا کہ ایک کوّا جو اپنے بچپن سے اُڑنا شروع کرے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مر جائے۔ (مسند ابی یعلیٰ ج۱ص ۳۸۳' حدیث:۹۱۷)

کوّے کی عمر

سامعین محترم! کوّا لمبی عمر پانے والا پرندہ ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے: کہا جاتا ہے کہ کوے کی عمر پانچ سو سال تک ہوتی ہے۔

سرخ یاقوت کا مکان

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم' رؤف و رحیم علیہ التحیۃ والثناء کا فرمانِ عظیم ہے: جس نے ماہِ رمضان کا ایک روزہ بھی خاموشی اور سکون سے رکھا' اس کے لیے جنت میں گھر سرخ یاقوت یا سبز زبرجد کا بنایا

جائے گا۔ (مجمع الزوائد ج۳ص ۳۴۶ حدیث: ۴۷۹۲)

جسم کی زکوٰۃ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پُرسرور ہے: ہر شے کے لیے زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج۲ص ۳۴۷ حدیث: ۱۷۴۵)

سونا بھی عبادت ہے

حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کے تاجور، دلبروں کے دلبر، محبوبِ ربِ اکبر عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ منور ہے: روزہ دار کا سونا عبادت اور اس کی خاموشی تسبیح کرنا اور اس کی دعا قبول اور اس کا عمل مقبول ہوتا ہے۔

(شعب الایمان ج۳ص ۴۱۵ حدیث: ۳۹۳۸)

سبحان اللہ عزوجل! روزہ دار کس قدر بختور ہے کہ اُس کا سونا بندگی، خاموشی تسبیحِ خداوندی عزوجل، دعائیں اور اعمالِ حسنہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی عزوجل ہے۔

تیرے کرم سے اے کریم!
کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہماری تنگ ہے
تیرے یہاں کمی نہیں

اعضاء کا تسبیح کرنا

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو بندہ روزہ کی حالت میں صبح کرتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اعضاء تسبیح کرتے ہیں اور آسمانِ دنیا پر رہنے والے (فرشتے) اس کے لیے سورج ڈوبنے تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اگر وہ ایک یا دو رکعتیں پڑھتا ہے تو یہ آسمانوں میں اس

کے لیے نور بن جاتی ہے اور حورِ عین (یعنی بڑی آنکھوں والی حوروں) میں اسے اُس کی بیویاں کہتی ہیں: اے اللہ عزوجل! تو اس کو ہمارے پاس بھیج دے! ہم اس کے دیدار کی بہت زیادہ مشتاق ہیں اور اگر وہ لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر پڑھتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اُس کا ثواب سورج ڈوبنے تک لکھتے رہتے ہیں۔

(شعب الایمان ج ۳ص ۲۹۹ حدیث: ۳۵۹۱)

سبحان اللہ! سبحان اللہ عزوجل! روزہ دار کے وارے ہی نیارے ہیں کہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھلیں، اس کے جسم کے اعضاء اللہ عزوجل کی تسبیح کریں، آسمانِ دنیا پر رہنے والے ملائکہ غروبِ آفتاب تک اس کے لیے دعائے مغفرت مانگیں، نماز پڑھے تو اس کے لیے آسمان میں روشنی ہو اور حورِ عین یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو اس کے لیے مقرر ہوئی ہیں، وہ جنت میں اس کی آمد کا انتظار کریں، لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے تو ستر ہزار فرشتے غروبِ آفتاب تک اس کا ثواب لکھیں۔

جنتی پھل

امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الصابرین، سیّد الشاکرین، سلطان المتوکلین، محبُّ الفقراء والمساکین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ دلنشین ہے: جس کو روزے نے کھانے یا پینے سے روک دیا کہ جس کی اسے خواہش تھی تو اللہ تعالیٰ اسے جنتی پھلوں میں سے کھلائے گا اور جنتی شراب سے سیراب کرے گا۔ (شعب الایمان ج ۳ص ۴۱۰ حدیث: ۳۹۱۷)

سونے کا دسترخوان

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، مالکِ جنت، ساقی کوثر، محبوبِ ربِ اکبر عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ پُراثر ہے: قیامت والے دن روزہ داروں کے لیے ایک سونے کا دسترخوان رکھا جائے گا حالانکہ لوگ (حساب کتاب کے) منتظر ہوں گے۔ (کنز العمال ج ۸ص ۲۱۴ حدیث: ۲۳۶۴۰)

روزے کے تین درجے

حضراتِ محترم! روزہ کی اگرچہ ظاہر شرط یہی ہے کہ روزہ دار قصداً کھانے پینے اور جماع سے باز رہے۔ تاہم روزے کے کچھ باطنی آداب بھی ہیں، جن کا جاننا ضروری ہے تاکہ حقیقی معنوں میں ہم روزہ کی برکتیں حاصل کرسکیں۔ چنانچہ روزے کے تین درجے ہیں:

(۱) عوام کا روزہ (۲) خواص کا روزہ (۳) اخص الخواص کا روزہ

(۱) عوام کا روزہ

روزے کے لغوی معنی ہیں: رُکنا۔ لہٰذا شریعت کی اصطلاح میں صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک قصداً کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کو روزہ کہتے ہیں اور یہی عوام، یعنی عام لوگوں کا روزہ ہے۔

(۲) خواص کا روزہ

کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کے ساتھ ساتھ جسم کے تمام اعضاء کو بُرائیوں سے روکنا خواص، یعنی خاص لوگوں کا روزہ ہے۔

(۳) اخصّ الخواص کا روزہ

اپنے آپ کو تمام تر اُمور سے روک کر صرف اور صرف اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونا، یہ اخصّ الخواص یعنی خاص الخاص لوگوں کا روزہ ہے۔

سامعین محترم! ضرورت اس امر کی ہے کہ کھانے پینے وغیرہ سے رُکے رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام تر اعضائے بدن کو بھی روزے کا پابند بنایا جائے۔

داتا صاحب کا ارشاد

حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روزے کی حقیقت رُکنا ہے اور رُکے رہنے کی بہت سی شرائط ہیں، مثلاً معدے کو کھانے پینے سے روکے رکھنا، آنکھ کو شہوانی نظر سے روکے رکھنا، کان کو غیبت سننے، زبان کو فضول اور فتنہ انگیز باتیں

کرنے اور جسم کو حکمِ الٰہی عزوجل کی مخالفت سے روکے رکھنا روزہ ہے' جب بندہ ان تمام شرائط کی پیروی کرے' تب وہ حقیقتاً روزہ دار ہوگا۔ (کشف المحجوب ص۳۵۴۔۳۵۳)

افسوس صد کروڑ افسوس! ہمارے اکثر اسلامی بھائی روزہ کے آداب کا بالکل ہی لحاظ نہیں رکھتے' وہ صرف بھوکے پیاسے رہنے ہی کو بہت بڑی بہادری تصور کرتے ہیں' روزہ رکھ کے بے شمار ایسے افعال کر گزرتے ہیں جو خلافِ شرع ہوتے ہیں۔ اس طرح فقہی اعتبار سے روزہ ہو تو جائے گا لیکن ایسا روزہ رکھنے سے روحانی کیفیت وسرور حاصل نہ ہو سکے گا۔

روزہ رکھ کر بھی گناہ' توبہ! توبہ!

خدارا عزوجل! اپنے حالِ زار پر ترس کھائیے اور غور فرمائیے! روزہ دار ماہِ رمضان المبارک میں دن کے وقت کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے' حالانکہ یہ کھانا پینا اس سے پہلے دن میں بھی بالکل جائز تھا۔ پھر خود ہی سوچ لیجئے کہ جو چیزیں رمضان شریف سے پہلے حلال تھیں' وہ بھی جب اس مبارک مہینے میں منع کر دی گئی تو جو چیزیں ماہِ رمضان سے پہلے حرام تھیں' مثلاً جھوٹ' غیبت' چغلی' بدگمانی' گالم گلوچ' فلمیں' ڈرامے' گانے باجے' بدنگاہی' داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے گھٹانا' والدین کو ستانا' بلا اجازتِ شرعی لوگوں کا دل دُکھانا وغیرہ' وہ رمضان المبارک کے مہینے میں کیوں نہ اور بھی زیادہ حرام ہو جائیں گی! روزہ دار جب رمضان المبارک میں حلال وطیب کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے' حرام کام کیوں نہ چھوڑے؟ اب فرمائیے! جو شخص پاک وحلال کھانا' پینا تو چھوڑ دے لیکن حرام اور جہنم میں لے جانے والے کام بدستور جاری رکھے' وہ کس قسم کا روزہ دار ہے؟

اللہ عزوجل کو کچھ حاجت نہیں

یاد رکھئے! نبیوں کے سلطان' سرورِ ذیشان' محبوبِ رحمان عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: جو بُری بات کہنا اور اُس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اُس کے بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ عزوجل کو کچھ حاجت نہیں۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۶۲۸' حدیث:۱۹۰۳)

ایک اور مقام پر فرمایا: صرف کھانے اور پینے سے باز رہنے کا نام روزہ نہیں' بلکہ روزہ تو یہ ہے کہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے بچا جائے۔

(مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷' حدیث: ۱۶۱۱)

میں روزہ دار ہوں

مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کو چاہیے کہ وہ روزے میں جہاں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے وہاں جھوٹ' غیبت' بدگمانی' چغلی' الزام تراشی اور بدزبانی وغیرہ جیسے گناہ بھی چھوڑ دے۔ ایک اور مقام پر حضور پُرنور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے اگر کوئی لڑائی کرے یا گالی دے تو تم اس سے کہہ دو کہ میں روزہ دار ہوں۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۸۷' حدیث: ۱)

روزہ تجھ سے کھولوں گا

آج کل تو معاملہ ہی اُلٹا ہے' یعنی اگر کوئی کسی سے لڑ بھی پڑتا ہے تو گرج کر یوں گویا ہوتا ہے: چپ ہو جا! ورنہ یاد رکھنا میں روزے سے ہوں اور روزہ تجھ سے ہی کھولوں گا۔ یعنی تجھے کھا جاؤں گا (معاذ اللہ عزوجل!) توبہ! توبہ! اس قسم کی بات ہرگز زبان سے نہ نکلنی چاہیے بلکہ عاجزی کا مظاہرہ کرنا چاہیے' ان تمام آفتوں سے ہم صرف اسی صورت میں بچ سکتے ہیں کہ اپنے اعضاء کو روزے کا پابند کرنے کی کوشش کریں۔

اعضاء کے روزوں کی تعریف

اعضاء کا روزہ' یعنی جسم کے تمام حصوں کو گناہوں سے بچانا یہ صرف روزہ ہی کے لیے مخصوص نہیں' بلکہ پوری زندگی ان اعضاء کو گناہوں سے بچانا ضروری ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے دلوں میں خوفِ خدا عزوجل راسخ ہو جائے۔ آہ! قیامت کے اُس ہوش رُبا منظر کو یاد کیجئے! جب ہر طرف "نفسی نفسی" کا عالم ہوگا۔ سورج آگ برسا رہا ہو گا' زبانیں شدتِ پیاس کے سبب منہ سے باہر نکل پڑی ہوں گی' بیوی شوہر سے' ماں اپنے لختِ جگر سے اور باپ اپنے نورِ نظر سے نظریں بچا رہا ہوگا' مجرموں کو پکڑ کر لایا جا رہا ہوگا' ان کے منہ پر مُہر ماردی جائے گی اور ان کے اعضاء ان کے گناہوں کی داستان سنا رہے

ہوں گے، جن کا قرآن پاک کی سورۃ یٰسین میں یوں تذکرہ کیا گیا ہے:

ترجمہ کنزالایمان: ''آج ہم ان کے مونھوں پر مُہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کیے کی گواہی دیں گے''۔ (پ۲۳، یٰسین: ۶۵)

آہ! اے کمزور و ناتواں اسلامی بھائیو! قیامت کے اُس کڑے وقت سے اپنے دل کو ڈرایئے اور ہر وقت اپنے تمام اعضائے بدن کو معصیت کی مصیبت سے باز رکھنے کی کوشش فرمایئے۔ اب اعضاء کے روزے کی بھی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

آنکھ کا روزہ

آنکھ کا روزہ اس طرح رکھنا چاہیے کہ آنکھ جب بھی اُٹھے تو صرف اور صرف جائز اُمور کی طرف اُٹھے۔ آنکھ سے مسجد دیکھئے، قرآنِ مجید دیکھئے، مزاراتِ اولیاء کی زیارت کیجئے، علمائے کرام، مشائخ عظام اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک بندوں کا دیدار کیجئے، اللہ عزوجل دکھائے تو کعبہ معظّمہ کے انوار دیکھئے، مکہ مکرمہ کی مہکی مہکی گلیاں اور وہاں کے وادی و کہسار دیکھئے، مدینہ منورہ کے در و دیوار دیکھئے، سبز سبز گنبد و مینار دیکھئے، میٹھے میٹھے مدینے کے صحرا و گلزار دیکھئے، سنہری جالیوں کے انوار دیکھئے، جنت کی پیاری پیاری کیاری کی بہار دیکھئے۔ تاجدارِ اہلسنت، حضور مفتی اعظم ہند سیدنا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ خدائے عزوجل کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کرتے ہیں:

کچھ ایسا کر دے میرے کردگار آنکھوں میں
ہمیشہ نقش رہے رُوئے یار آنکھوں میں
انہیں نہ دیکھا تو کس کام کی یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں

کان کا روزہ

کانوں کا روزہ یہ ہے کہ صرف اور صرف جائز باتیں سنیں، مثلاً کانوں سے تلاوت و

نعت سنئے، سنتوں بھرے بیانات سنئے، باجے اور موسیقی نہ سنئے، گانے اور نغمے اور فضول یا فحش لطیفے نہ سنئے، کسی کی غیبت نہ سنئے، کسی کی چغلی نہ سنئے، کسی کے عیب ہرگز ہرگز نہ سنئے اور جب دو آدمی چھپ کر باتیں کریں تو کان لگا کر نہ سنئے۔ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جو شخص کسی قوم کی باتیں کان لگا کر سنے اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۹۸)

زبان کا روزہ

زبان کا روزہ یہ ہے کہ زبان صرف اور صرف نیک و جائز باتوں کے لیے ہی حرکت میں آئے، مثلاً زبان سے تلاوتِ قرآن کیجئے، ذکر و درود کا ورد کیجئے، نعت شریف پڑھئے، درس دیجئے، سنتوں بھرا بیان کیجئے، نیکی کی دعوت دیجئے، اچھی اچھی اور پیاری پیاری دینداری والی باتیں کیجئے، فضول بک بک سے بچتے رہیے۔ خبردار! گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ سے زبان ناپاک نہ ہونے پائے کہ چمچہ اگر نجاست میں ڈال دیا جائے تو دو ایک گلاس پانی سے پاک ہو جائے گا، مگر زبان بے حیائی کی باتوں سے ناپاک ہوگئی تو اسے سات سمندر بھی نہیں دھو سکیں گے۔

زبان کی بے احتیاطی کی تباہ کاریاں

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سلطانِ دو جہاں، شہنشاہِ کون و مکاں، رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایک دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں تم میں سے کوئی بھی افطار نہ کرے۔ لوگوں نے روزہ رکھا، جب شام ہوئی تو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان ایک ایک کر کے حاضرِ خدمت بابرکت ہو کر عرض کرتے رہے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں روزے سے رہا، اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں روزہ کھول دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گھر والوں میں دو نوجوان لڑکیاں بھی ہیں جنہوں نے

روزہ رکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں آنے سے شرماتی ہیں' انہیں اجازت دیجئے تا کہ وہ بھی روزہ کھول لیں۔ اللہ کے محبوب' دانائے غیوب' منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رُخِ انور پھیر لیا' انہوں نے دوبارہ عرض کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر چہرۂ انور پھیر لیا' جب تیسری بار انہوں نے بات دُہرائی تو غیب دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ان لڑکیوں نے روزہ نہیں رکھا' وہ کیسی روزہ دار ہیں؟ وہ تو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں! جاؤ ان دونوں کو حکم دو کہ وہ اگر روزہ دار ہیں تو قے کر دیں۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں فرمانِ شاہی صلی اللہ علیہ وسلم سنایا' ان دونوں نے قے کی' تو قے سے خون اور چھیچھڑے نکلے' ان صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں واپس حاضر ہو کر صورتِ حال عرض کی' مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر یہ ان دونوں کے پیٹوں میں باقی رہتا تو ان دونوں کو آگ کھاتی (کیوں کہ انہوں نے غیبت کی تھی)۔

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۲۸' حدیث: ۱۵)

ایک اور روایات میں ہے کہ جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی رضی اللہ عنہ سے منہ پھیرا تو وہ سامنے آئے تو عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ دونوں فوت ہو چکی ہیں' یا کہا کہ وہ دونوں مرنے کے قریب ہیں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لاؤ' وہ دونوں حاضر ہوئیں۔ سرکارِ عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا اور اُن میں سے ایک کو حکم فرمایا: اس میں قے کرو' اُس نے خون اور پیپ کی قے کی' حتیٰ کہ پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کو حکم دیا کہ تم بھی اس میں قے کرو! اُس نے بھی اسی طرح کی قے کی۔ اللہ کے پیارے رسول' رسولِ مقبول' سیدہ آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں نے اللہ عزوجل کی حلال کردہ چیزوں (یعنی کھانا' پینا وغیرہ) سے تو

روزہ رکھا، مگر جن چیزوں کو اللہ عزوجل نے حرام رکھا ہے، ان سے روزہ افطار کر ڈالا، ہوا یوں کہ ایک لڑکی دوسری لڑکی کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں مل کر لوگوں کا گوشت کھانے لگیں (یعنی لوگوں کی غیبت کرنے لگیں)۔ (الترغیب والترہیب ج۲ ص۹۵، حدیث:۸)

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضراتِ محترم! اس حکایت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے غلاموں کے تمام معاملات معلوم ہو جاتے ہیں، جبھی تو ان لڑکیوں کے بارے میں مدینہ شریف میں بیٹھے بیٹھے غیب کی خبر ارشاد فرما دی۔ اس حکایت سے یہ بھی پتا چلا کہ غیبت اور دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرنے سے براہِ راست اس کا اثر روزے پر بھی پڑ سکتا ہے، جس کی وجہ سے روزہ کی تکلیف نا قابلِ برداشت ہو سکتی ہے، بہر حال روزہ ہو یا نہ ہو، زبان قابو ہی میں رکھنی چاہیے، ورنہ یہ ایسے گُل کھلاتی ہے کہ توبہ! اگر ان تین اصولوں کو پیشِ نظر رکھ لیا جائے تو انشاء اللہ عزوجل بڑا نفع ہوگا: (۱) بُری بات کہنا ہر حال میں بُرا ہے (۲) فضول بات سے خاموشی افضل ہے (۳) اچھی بات کرنا خاموشی سے بہتر ہے۔

میری زبان پہ قفلِ مدینہ لگ جائے
فضول گوئی سے بچتا رہوں صدا یا رب عزوجل!
کریں نہ تنگ خیالاتِ بد کبھی کر دے
شعور و فکر کو پاکیزگی عطا یا رب عزوجل!
بوقتِ نزع سلامت رہے میرا ایمان
مجھے نصیب ہو کلمہ ہے التجاء یا رب عزوجل!

ہاتھوں کا روزہ

ہاتھوں کا روزہ یہ ہے کہ جب بھی ہاتھ اُٹھیں صرف نیک کاموں کے لیے اُٹھیں۔

مثلاً با طہارت قرآن مجید کو ہاتھ لگایئے' نیک لوگوں سے مصافحہ کیجئے۔ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ عزوجل کی خاطر آپس میں محبت رکھنے والے جب باہم ملیں اور مصافحہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۹۵' حدیث: ۲۹۵۱) ہو سکے تو کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیریے کہ ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے' ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی ملے گی (بچہ یا بچی اُس وقت ہی یتیم ہیں' جب تک نابالغ ہوں' جوں ہی بالغ ہوئے یتیم نہ رہے' لڑکا بارہ اور پندرہ سال کے درمیان بالغ اور لڑکی نو اور پندرہ سال کے درمیان بالغہ ہے)۔ خبردار! کسی پر ظلماً ہاتھ نہ اُٹھے' رشوت لینے دینے کے لیے نہ اُٹھیں' نہ کسی کا مال چرائیں' نہ تاش کھیلیں' نہ پتنگ اُڑائیں' نہ کسی نامحرم عورت سے مصافحہ کریں (بلکہ شہوت کا اندیشہ ہو تو اَمرد سے بھی ہاتھ نہ ملائیں' اُس کی دل آزاری نہ ہو' اس طرح حکمت عملی سے کترا جائیں)۔

ہمیشہ ہاتھ بھلائی کے واسطے اُٹھیں
بچانا ظلم و ستم سے مجھے سدا یا رب عزوجل!
کہیں کا مجھ کو گناہ نے اب نہیں چھوڑا
عذابِ نار سے لِہٰ نبی بچا یا رب عزوجل!
الٰہی عزوجل ایک بھی نیکی نہیں ہے نامے میں
فقط ہے تیری ہی رحمت کا آسرا یا رب!

پاؤں کا روزہ

پاؤں کا روزہ یہ ہے کہ پاؤں اُنہیں تو صرف نیک کاموں کے لیے اُٹھیں' مثلاً پاؤں چلیں تو مساجد کی طرف چلیں' مزاراتِ اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف چلیں تو علماء و صلحاء کی زیارت کے لیے چلیں' سنتوں بھرے اجتماع کی طرف چلیں' نیکی کی دعوت دینے کے لیے چلیں' سنتوں کی تربیت کے لیے مدنی قافلوں میں سفر کے لیے چلیں' نیک

صحبتوں کی طرف چلیں، کسی کی مدد کے لیے چلیں، کاش! مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً تعظیماً ومدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً کی طرف چلیں، منیٰ وعرفات ومزدلفہ چلیں، طواف وسعی میں چلیں، ہرگز ہرگز سینما گھر کی طرف نہ چلیں، ڈرامہ گاہ کی طرف نہ چلیں، بُرے دوستوں کی مجلسوں کی طرف نہ چلیں، شطرنج، لڈو، تاش، کرکٹ، فٹ بال، وڈیو گیمز، ٹیبل فٹبال وغیرہ وغیرہ کھیل کھیلنے یا دیکھنے کی طرف نہ چلیں۔ کاش! پاؤں کبھی تو ایسے بھی چلیں کہ بس مدینہ لب پر ہو اور سفر بھی مدینے کا ہو۔

رہیں بھلائی کی راہوں میں گامزن ہر دم
کریں نہ رُخ مِرے پاؤں گناہ یا رب!
مدینے جائیں پھر آئیں دوبارہ پھر جائیں
اسی میں عمر گزر جائے یا رب!
بقیع پاک میں مدفن نصیب ہو جائے
برائے غوث و رضا مرشدی ضیا یارب عزوجل!

حضراتِ محترم! واقعی حقیقی معنوں میں روزے کی برکتیں تو اُسی وقت نصیب ہوں گی، جب ہم تمام اعضاء کا بھی روزہ رکھیں گے، ورنہ بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، جیسا کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے، اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کو قیام سے سوائے جاگنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۲۰، حدیث: ۱۶۹۰)

K.E.S.C میں نوکری مل گئی

روزے کی نورانیت اور روحانیت پانے اور مدنی ذہن بنانے کے لیے تبلیغ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے اور

سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سنتوں بھرے سفر کی سعادت حاصل کیجئے۔ سبحان اللہ عزوجل! دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول، سنتوں بھرے اجتماعات اور مدنی قافلوں کی بھی کیا خوب بہاریں اور برکتیں ہیں، چنانچہ اورنگی ٹاؤن (بابُ المدینہ، کراچی) کے ایک ذمہ دار اسلامی بھائی نے اپنے مدنی ماحول میں آنے اور سلسلۂ روزگار پانے کا واقعہ کچھ یوں بیان فرمایا: ۲۰۰۳-۶-۱۸ کو ایک اسلامی بھائی کے دعوت دینے پر دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع کی طرف رُخ ہوا، مگر پابندی نہیں تھی۔ بے روزگاری کے سبب پریشانی تھی، ایک اسلامی بھائی نے انفرادی کوشش کے نتیجے میں مدنی قافلہ کورس کے لیے دعوتِ اسلامی کے عالمی مرکز فیضانِ مدینہ میں داخلہ لے لیا۔ الحمد للہ عزوجل! عاشقانِ رسول کی صحبتوں اور برکتوں نے مجھ گنہگار پر مدنی رنگ چڑھا دیا اور جینے کا ڈھنگ سکھا دیا۔ مدنی قافلہ کورس پورا کرنے کے دوسرے یا تیسرے دن بعض نے بتایا کہ K.E.S.C کو ملازموں کی ضرورت ہے۔ ہم نے بھی درخواستیں جمع کروا دیں ہیں، آپ بھی کروا دیجئے۔ میں نے عرض کی: آج کل صرف درخواستوں پر کہاں! سفارشوں (بلکہ رشوتوں) پر نوکریوں کی ترکیب بنتی ہے، اپنے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ بالآخر ان کے اصرار پر میں نے ''درخواست'' جمع کرا دی۔ ابتداء تحریری ٹیسٹ ہوئے، پھر انٹرویو کے بعد میڈیکل ٹیسٹ کی صورت بنی۔ بے شمار اثر و رسوخ والی درخواستوں کے باوجود میں واحد ایسا تھا کہ ہر جگہ کامیاب رہا۔ فائنل انٹرویو میں گھر والوں نے زور دیا کہ پینٹ شرٹ پہن کر جاؤ مگر میں تو عاشقانِ رسول کی محبت کی برکت سے انگریزی لباس ترک کر چکا تھا، لہٰذا سفید شلوار قمیص میں ہی پہنچ گیا۔ افسر نے میرا مذہبی حلیہ دیکھ کر مجھ سے بعض اسلامی معلومات کے سوالات کیے، جن کے میں نے بآسانی جوابات دے دیئے، کیونکہ الحمد للہ عزوجل! میں نے یہ سب مدنی قافلہ کورس کے اندر سیکھے ہوئے تھے۔ الحمد للہ عزوجل بغیر کسی سفارش و رشوت کے مجھے ملازمت مل گئی۔ ہمارے گھر والے دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول کی برکت دیکھ کر دنگ رہ گئے اور دعوتِ

اسلامی کے محب بن گئے' الحمد للہ عزوجل! یہ بیان دیتے وقت میں دعوتِ اسلامی کی علاقائی مشاورت کے خادم (نگران) کی حیثیت سے اپنے علاقے میں سنتوں کے ڈنکے بجارہا ہوں اور مدنی انعامات و مدنی قافلوں کی دھوم مچارہا ہوں۔

نوکری چاہیے آیئے آیئے
قافلے میں چلیں قافلے میں چلو
تنگدستی مٹے دور آفت ہٹے
لینے کو برکتیں قافلے میں چلو

صلوا علی الحبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد

روزہ کی نیت

حضراتِ محترم! روزہ کے لیے بھی اسی طرح نیت شرط ہے' جس طرح کہ نماز' زکوۃ میں لہٰذا بے نیت روزہ اگر کوئی اسلامی بھائی یا اسلامی بہن صبح صادق کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک بالکل نہ کھائے پیئے' تب بھی اس کا روزہ نہ ہوگا۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۱)

رمضان شریف کا روزہ ہو یا نفل یا نذرِ معین کا روزہ' یعنی اللہ عزوجل کے لیے کسی مخصوص دن کے روزہ کی منت مانی ہو' مثلاً خود سن سکے' اتنی آواز سے یوں کہا کہ مجھ پر اللہ عزوجل کے لیے اس سال ربیع النور شریف کی ہر پیر شریف کا روزہ ہے' تو یہ نذرِ معین ہے اور اس سنت کا پورا کرنا واجب ہے' ان تینوں قسموں کے روزوں کے لیے غروبِ آفتاب کے بعد سے لے کر ''نصف النہار شرعی'' (اسے ضحوہ کبریٰ بھی کہتے ہیں) سے پہلے پہلے تک جب بھی نیت کرلیں' روزہ ہوجائے گا۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۲)

نصف النہار شرعی کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ

شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال اُبھر رہا ہوگا کہ نصف النہار شرعی کا وقت کون سا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس دن کا نصف النہار شرعی معلوم کرنا ہو' اُس دن کے صبح

صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کا وقت شمار کر لیجئے اور اُس سارے وقت کے دو حصے کر لیجئے، پہلا آدھا حصہ ختم ہوتے ہی نصف النہار شرعی کا وقت شروع ہو گیا۔ مثلاً آج صبح صادق ٹھیک پانچ بجے ہے اور غروبِ آفتاب ٹھیک چھ بجے تو دونوں کے درمیان کا وقت کل تیرہ گھنٹے ہوا، ان کے دو حصے کریں تو دونوں کا ہر ایک حصہ ساڑھے چھ گھنٹے ہوا۔ اب صبح صادق کے پانچ بجے کے بعد والے ابتدائی ساڑھے چھ گھنٹے ساتھ ملا لیجئے تو اس طرح دن کے ساڑھے گیارہ بجے نصف النہار شرعی کا وقت شروع ہو گیا تو اب ان تینوں طرح کے روزوں کی نیت نہیں ہو سکتی۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۱ ملخصاً)

بیان کردہ تین قسم کے روزوں کے علاوہ دیگر جتنی بھی اقسام روزہ ہیں، ان سب کے لیے یہ لازمی ہے کہ راتوں رات یعنی غروبِ آفتاب کے بعد سے لے کر صبح صادق تک نیت کر لیں۔ اگر صبح صادق ہو گئی تو اب نیت نہیں ہو سکے گی۔ مثلاً قضائے روزہ رمضان، کفارے کے روزے، قضائے روزہ نفل، روزہ نذرِ غیر معین ان سب کی نیت رات ہی میں کر لینی چاہیے۔ (ملخص از ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۴)

سحری کے وقت ۹ فرامینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۳۳، حدیث: ۱۹۲۳)

(۲) ہمارے اور اہلِ کتاب کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔
(صحیح بخاری ص ۵۵۲، حدیث: ۱۰۹۶)

(۳) اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔
(صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۹۴، حدیث: ۳۴۵۸)

(۴) نبی کریم، رؤف ورحیم، محبوبِ ربِ عظیم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ جب کسی صحابی کو سحری کھانے کے لیے بلاتے تو ارشاد فرماتے: آؤ! برکت کا کھانا کھا لو۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۴۲، حدیث: ۲۳۴۴)

(۵) روزہ رکھنے کے لیے سحری کھا کر قوت حاصل کرو اور دن (یعنی دوپہر) کے وقت

آرام (یعنی قیلولہ) کر کے رات کی عبادت کے لیے طاقت حاصل کرو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۲۱' حدیث: ۱۶۹۳)

(۶) سحری برکت کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہے' اس کو مت چھوڑو۔

(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۸۹' حدیث: ۲۴۷۲)

(۷) تین آدمی جتنا بھی کھالیں' ان شاء اللہ عزوجل ان سے کوئی حساب نہ ہوگا بشرطیکہ کھانا حلال ہو: (۱) روزہ دار افطار کے وقت (۲) سحری کھانے والے (۳) مجاہد جو اللہ عزوجل کے راستہ میں سرحدِ اسلام کی حفاظت کرتے۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۰' حدیث: ۹)

(۸) سحری پوری کی پوری برکت ہے' پس تم نہ چھوڑو' چاہے یہی ہو کہ تم پانی کا ایک گھونٹ پی لو' بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں' سحری کرنے والوں پر۔ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۸۸' حدیث: ۱۱۳۹۶)

حضراتِ محترم! بے چین دلوں کے چین' رحمتِ دارین' تاجدارِ حرمین' سرورِ کونین' نانائے حسنین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام فرامین سے ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ سحری ہمارے لیے ایک عظیم نعمت ہے' جس سے بے شمار جسمانی اور روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں' اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مبارک ناشتہ کہا ہے' جیسا کہ:

(۹) حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ سحری کھانے کے لیے بلایا اور فرمایا: آؤ مبارک ناشتہ کے لیے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۴۲' حدیث: ۲۳۴۴)

کیا روزے کے لیے سحری شرط ہے؟

کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ سحری روزہ کے لیے شرط ہے' ایسا نہیں' سحری کے بغیر بھی روزہ ہوسکتا ہے' مگر جان بوجھ کر سحری نہ کرنا مناسب نہیں کہ ایک عظیم سنت سے

محرومی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سحری میں خوب ڈٹ کر کھانا ہی ضروری نہیں' چند کھجوریں اور پانی ہی اگر بہ نیت سحری استعمال کر لیں جب بھی کافی ہے' بلکہ کھجور اور پانی سے سحری کرنا سنت بھی ہے' جیسا کہ

کھجور اور پانی سے سحری کرنا سنت ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ مدینہ' سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے وقت مجھ سے فرماتے: میرا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے' مجھے کچھ کھلا دو' تو میں کچھ کھجوریں اور ایک برتن میں پانی پیش کرتا۔ (السنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۸۰' حدیث: ۲۴۷۷)

کھجور بہترین سحری ہے

سامعین محترم! معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لیے ایک تو سحری کرنا بذاتِ خود سنت ہے اور کھجور اور پانی سے سحری کرنا دوسری سنت' بلکہ کھجور سے سحری کرنے کی تو ہمارے آقا و مولا' مدینے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب بھی دلائی ہے' چنانچہ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے پیارے حبیب' حبیبِ لبیب عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نِعْمَ السُّحُوْرِ التَّمْرُ'' یعنی کھجور بہترین سحری ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۰' حدیث: ۴۲)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''نِعْمَ سَحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرَ'' یعنی کھجور مؤمن کی بہترین سحری ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۴۲' حدیث: ۲۳۴۵)

کھجور اور پانی کا جمع کرنا بھی سحری کے لیے شرط نہیں' صرف تھوڑا سا پانی بھی اگر بہ نیت سحری پی لیا جائے تو اس سے بھی سحری کی سنت ادا ہو جائے گی۔

سحری کا وقت کب ہوتا ہے؟

عربی کی مشہور کتابِ لغت ''قاموس'' میں ہے کہ سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے وقت کھایا جائے۔ حنفیوں کے زبردست پیشوا حضرت علامہ مولانا المعروف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض کے نزدیک سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا

ہے۔(مرقاۃ المفاتیح مشکوۃ المصابیح ج۴ ص۱۷۷)

سحری میں تاخیر افضل ہے' جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ حضرت سیدنا یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے سرکارِ مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں کو اللہ عزوجل محبوب رکھتا ہے:

(۱) افطاری میں جلدی (۲) سحری میں تاخیر (۳) نماز (کے قیام) میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔

(الترغیب والترہیب ج۲ ص۹۱' حدیث:۴)

سحری میں تاخیر سے کون سا وقت مراد ہے؟

سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور دیر سے سحری کرنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے' مگر اتنی تاخیر بھی نہ کی جائے کہ صبح صادق کا شبہ ہونے لگا' یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاخیر سے مراد کون سا وقت ہے؟ مفسّر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کا چھٹا حصہ ہے۔ پھر سوال ذہن میں اُبھرا کہ رات کا چھٹا حصہ کیسے معلوم کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غروبِ آفتاب لے کر صبح صادق تک رات کہلاتی ہے' مثلاً کسی دن سات بجے شام کو سورج غروب ہوا اور پھر چار بجے صبح صادق ہوئی۔ اسی طرح غروبِ آفتاب سے لے کر صبح صادق تک جو نو گھنٹے کا وقفہ گزرا' وہ رات کہلایا' اب رات کے ان نو گھنٹوں کے برابر برابر چھ حصے کر دیجئے' ہر حصہ ڈیڑھ گھنٹے کا ہوا۔ اب رات کے آخری ڈیڑھ گھنٹے (یعنی اڑھائی بجے تا چار بجے) کے دوران صبح صادق سے پہلے پہلے جب بھی سحری کی' وہ تاخیر سے کرنا ہوا۔ سحری و افطار کا وقت عموماً روزانہ تبدیل ہوتا رہتا ہے' بیان کیے ہوئے طریقے کے مطابق جب بھی چاہیں رات کا چھٹا حصہ نکال سکتے ہیں' اگر رات سحری کر لی اور روزہ کی نیت بھی کر لی بلکہ عوامی اصطلاح میں روزہ بند بھی کر لیا' پھر بھی بقیہ رات میں جب چاہیں کھا پی سکتے ہیں' نئی نیت کی حاجت نہیں۔

اذانِ فجر نماز کے لیے ہے نہ کہ روزہ بند کرنے کے لیے

سحری میں اتنی تاخیر بھی نہ کردیں کہ صبح صادق کا شک ہونے لگے' بلکہ بعض لوگ تو صبح صادق کے بعد فجر کی اذانیں ہورہی ہوتی ہیں' مگر کھانے پیتے رہتے ہیں اور کان لگا کر سنتے ہیں کہ ابھی فلاں مسجد کی اذان ختم نہیں ہوئی یا وہ سنو دور سے اذان کی آواز آرہی ہے اور یوں کچھ نہ کچھ کھا لیتے ہیں' اگر کھاتے نہیں تو پانی پی کر اپنی اصطلاح میں روزہ بند ضرور کرتے ہیں۔ آہ! اس طرح روزہ بند تو کیا کریں گے' روزے کو کھلا ہی چھوڑ دیتے ہیں اور یوں ان کا روزہ ہوتا ہی نہیں اور سارا دن بھوک پیاس کے سوا کچھ ہاتھ آتا نہیں۔ روزہ بند کرنے کا تعلق اذانِ فجر سے ہے' صبح صادق سے پہلے پہلے کھانا پینا بند کرنا ضروری ہے' جیسا کہ آیتِ مقدسہ کے تحت گزرا۔ اللہ عزوجل ہر مسلمان کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور صحیح اوقات کی معلومات کر کے روزہ' نماز وغیرہ عبادات صحیح صحیح بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم!

کھانا پینا بند کر دیجئے

آج کل علمِ دین سے دوری کے سبب عام طور پر لوگوں کا یہی معمول دیکھا گیا ہے کہ وہ اذان یا سائرن ہی پر سحری و افطار کا دار و مدار رکھتے ہیں' بلکہ بعض تو اذانِ فجر کے دوران ہی روزہ بند کرتے ہیں۔ اس عام غلطی کو دور کرنے کے لیے کیا ہی اچھا ہو کہ رمضان المبارک میں روزانہ صبح صادق سے تین منٹ پہلے ہر مسجد میں بلند آواز سے صلوا علی الحبیب صلی اللّٰہ تعالیٰ علی محمد کہنے کے بعد اس طرح تین بار اعلان کیا جائے: روزہ رکھنے والو! آج سحری کا آخری وقت (مثلاً) چار بج کر بارہ منٹ ہے' وقت ختم ہو رہا ہے فوراً کھانا پینا بند کر دیجئے' اذان کا ہرگز انتظار نہ فرمایئے اذان سحری کا وقت ختم ہو جانے کے بعد نمازِ فجر کے لیے دی جاتی ہے۔ ہر ایک کو یہ بات ذہن نشین کرنی ضروری ہے کہ اذانِ فجر لازمی طور پر صبح صادق کے بعد ہی ہوتی ہے اور وہ روزہ بند کرنے کے لیے نہیں' بلکہ صرف نمازِ فجر کے لیے دی جاتی ہے۔

خطاب نمبر۲:

نمازِ تراویح کی اہمیت وفضیلت

سنت کی فضیلت

الحمدللہ عزوجل! رمضان المبارک میں جہاں ہمیں بے شمار نعمتیں میسر آئی ہیں، انہی میں تراویح کی سنت بھی شامل ہے اور سنت کی عظمت کے کیا کہنے! اللہ کے پیارے رسول، رسولِ مقبول، سیدہ آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی ج ۴ ص ۳۱۰، حدیث: ۲۶۸۷)

رمضان میں ۶۱ بار ختم قرآن

تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس میں کم از کم ایک بار قرآن ختم کرنا بھی سنت مؤکدہ۔ ہمارے امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں اکسٹھ بار قرآن کریم ختم کیا کرتے۔ تیس دن میں، تیس رات میں اور ایک تراویح میں، نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پینتالیس برس عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا فرمائی۔

(بہارِ شریعت حصہ ۴ ص ۳۷)

ایک روایت کے مطابق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی میں ۵۵ حج کیے اور جس مکان میں وفات پائی، اس میں سات ہزار بار قرآن پاک ختم فرمائے تھے۔

(عقود الجمان ص ۲۲۱)

تلاوت اور اہل اللہ

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام الائمہ سیدنا امام اعظم رحمۃ

اللہ علیہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۷ ص ۴۷۶)

علمائے کرام علیہم الرضوان نے فرمایا: سلف الصالحین میں بعض اکابرین دن رات میں دو ختم فرماتے، یعنی چار بعض آٹھ۔ میزان الشریعۃ از امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سید علی مرصفی نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرمائے۔ (المیزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۹) آثار میں ہے: امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور داہنا (سیدھا) پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا۔ (فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۷ ص ۴۷۷)

حدیث شریف میں ارشادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام اپنی سواری تیار کرنے کا حکم فرماتے اور اس سے پہلے کہ سواری پر زین کس دی جائے، (یہ) زبور شریف ختم فرمالیتے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۴۷، حدیث: ۳۴۱۷)

حضراتِ محترم! ہوسکتا ہے کہ کسی کو وسوسے آئے کہ ایک دن میں کئی بار بلکہ لمحہ بھر میں ختم قرآن یا ختم زبور شریف کیسے ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کی کرامات اور حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام کا معجزہ ہے اور معجزہ اور کرامت وہی ہیں، جو عقلاً محال یعنی ناممکن ہو۔

حرف چبانا

افسوس! آج کل دینی معلومات میں سُستی کا دور دورہ ہے، عموماً تراویح میں قرآن مجید ایک بار بھی صحیح معنوں میں ختم نہیں ہو پاتا، قرآن پاک ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے، مگر حال یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو لوگ اُس کے ساتھ تراویح سے جلد فارغ کردے۔ یاد رکھئے! تراویح کے علاوہ بھی تلاوت میں حرف چبانا حرام ہے، اگر جلدی جلدی پڑھنے میں حافظ صاحب پورے قرآن مجید میں صرف ایک حرف بھی چبا گئے تو ختم قرآن کی سنت ادا نہ ہوگی، لہٰذا کسی آیت میں کوئی حرف چب گیا یا اپنے مخرج

سے نہ نکلا تو لوگوں سے شرمائے بغیر پلٹ پڑے اور درست پڑھ کر پھر آگے بڑھئے۔ ایک افسوس ناک امر یہ بھی ہے کہ حفاظ کی ایک تعداد ایسی ہوتی ہے کہ جسے ترتیل کے ساتھ پڑھنا ہی نہیں آتا! تیزی سے نہ پڑھیں تو بے چارے بھول جاتے ہیں۔ ایسوں کی خدمت میں ہمدردانہ مدنی مشورہ ہے کہ لوگوں سے نہ شرمائیں، خدا کی قسم! اللہ عزوجل کی ناراضگی بہت بھاری پڑے گی، للہذا بلاتاخیر تجوید کے ساتھ پڑھانے والے کسی قاری صاحب کی مدرسہ میں از ابتداء تا انتہاء اپنا حفظ درست فرمائیں۔ مدولین کا خیال رکھنا لازمی ہے نیز مَد، غُنّہ، اظہار، اِخفا وغیرہ کی بھی رعایت فرمائیں۔ صاحبِ بہارِ شریعت حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرے اور تراویح میں متوسط (یعنی درمیانہ) انداز اور رات کے نوافل میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے، مگر ایسا پڑھے کہ سمجھ میں آسکے، یعنی کم سے کم ''مَد'' کو جو درجہ قاریوں نے رکھا ہے، اُس کو ادا کرے ورنہ حرام۔ اس لیے کہ ترتیل سے (یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر) قرآن پڑھنے کا حکم ہے۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲)

پارہ ۲۹، سورۃ المزمل کی چوتھی آیت میں ارشادِ ربانی ہے:

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ (المزمل: ۴)

ترجمہ کنزالایمان: ''اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو''۔

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کمالین علیٰ حاشیہ جلالین کے حوالے سے ''ترتیل'' کی وضاحت کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں: یعنی قرآن مجید اس طرح آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو کہ سننے والا اس کی آیت و الفاظ گن سکے۔ (فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۶ ص ۲۷۶) نیز فرض نماز میں اس طرح تلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں متوسط طریقے پر اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔ (نوٰ مختار ج ۱ ص ۸۰) مدارک التنزیل میں ہے: قرآن آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو، اس کا معنی یہ ہے کہ

اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھیں، ترتیلاً اس مسئلہ میں تاکید پیدا کر رہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۴ ص ۲۰، فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۲ ص ۲۷۸۔۲۷۹)

تراویح بغیر اُجرت پڑھانے والے

پڑھنے پڑھانے والے کو اپنے اندر اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے، اگر حافظ اپنی تیزی دکھائے، خوش آوازی کی داد پانے اور نام چمکانے کے لیے قرآن پاک پڑھے گا ثواب کی دور کی بات ہے۔ اُلٹا حبِّ جاہ اور ریا کاری کی تباہ کاری میں جا پڑے گا، اسی طرح اُجرت کا لین دین بھی نہ ہو، طے کرنے ہی کو اُجرت نہیں کہتے بلکہ اگر یہاں تراویح پڑھانے اسی لیے آتے ہیں کہ معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے، اگرچہ طے نہ ہوا ہو تو یہ بھی اُجرت ہی ہے۔ اُجرت رقم ہی کا نام نہیں بلکہ کپڑے یا غلّہ وغیرہ کی صورت میں اُجرت، اُجرت ہی ہے، ہاں! اگر حافظ صاحب اصطلاحِ نیت کے ساتھ صاف صاف کہہ دے کہ میں کچھ نہیں لوں گا یا پڑھوانے والا کہہ دے، نہیں دوں گا، پھر بعد میں حافظ صاحب کی خدمت کر دیں تو حرج نہیں کہ حدیثِ مبارکہ ہے: "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲، حدیث: ۱)

تلاوت ذکر و نعت کی اُجرت حرام ہے

میرے آقا اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اُجرت دے کر میت کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم قرآن و ذکر اللہ عزوجل کروانے سے متعلق جب استفتاء پیش ہوا تو جواباً ارشاد فرمایا: تلاوتِ قرآن و ذکر الٰہی عزوجل پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں، لینے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور جب یہ فعلِ حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجیں گے؟ گناہ پر ثواب کی اُمید اور زیادہ سخت و اشد (یعنی شدید ترین جرم) ہے اگر لوگ چاہیں کہ ایصالِ ثواب بھی ہو اور طریقہ جائزہ

شرعیہ بھی حاصل ہو (یعنی شرعاً جائز بھی رہے) تو اُس کی صورت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لیے نوکر رکھ لیں اور تنخواہ اُتنی دیر کی ہر شخص کی معین (مقرر) کریں۔ مثلاً پڑھوانے والا کہے: میں نے تجھے آج فلاں وقت سے فلاں وقت کے لیے اس اُجرت پر نوکر رکھا (کہ) جو کام چاہوں گا لوں گا۔ وہ کہے: میں نے قبول کیا۔ اب وہ اتنی دیر کے واسطے اَجیر ہو گا۔ جو کام چاہے لے سکتا ہے' اس کے بعد اُس سے کہے: فلاں میت کے لیے اتنا قرآن عظیم یا اس قدر کلمہ طیبہ یا درود پاک پڑھ دو۔ یہ صورت جواز (یعنی جائز ہونے) کی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۱۰ ص۱۹۳۔۱۹۴)

تراویح کی جماعت بدعتِ حسنہ ہے

اللہ کے محبوب' دانائے غیوب' منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تراویح ادا فرمائی اور اس کو خوب پسند بھی فرمایا۔ چنانچہ صاحبِ قرآن' مدینے کے سلطان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: جو ایمان و طلبِ ثواب کے سبب سے رمضان میں قیام کرے' اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے (یعنی صغیرہ گناہ) پھر اس اندیشے کی وجہ سے ترک فرمائی کہ کہیں اُمت پر تراویح فرض نہ کر دی جائے۔ پھر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ماہِ رمضان کی ایک رات مسجد میں دیکھا کہ لوگ جدا جدا انداز پر تراویح ادا کر رہے ہیں' کوئی اکیلا تو کچھ حضرات کسی کی اقتداء میں پڑھ رہے ہیں' یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دوں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سب کا امام بنا دیا۔ پھر جب دوسری رات تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ باجماعت (تراویح) ادا کر رہے ہیں تو (بہت خوش ہوئے اور) فرمایا: ''نِعْمَ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ'' یعنی یہ اچھی بدعت ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ ص۶۵۸' حدیث:۲۰۱۰)

حضراتِ محترم! محبوبِ ربِ ذوالجلال عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا کتنا خیال

ہے!محض اس خوف سے تراویح پر ہیشگی نہ فرمائی کہ کہیں اُمت پر فرض نہ کر دی جائے'اس حدیث پاک سے بعض وساوس کا علاج بھی ہو گیا۔مثلاً تراویح کی با قاعدہ جماعت سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاری فرما سکتے ہیں مگر نہ فرمائی اور یوں اسلام میں اچھے اچھے طریقے رائج کرنے کا اپنے غلاموں کو موقع فراہم کیا' جو کام شاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا' وہ کام سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محض اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت ایسے اچھے اچھے کام جاری کرتے رہنے کی اپنی حیاتِ ظاہری میں ہی اجازت مرحمت فرما دی تھی' چنانچہ حضور اکرم' نورِ مجسم' شاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ معظم ہے: جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے' اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اُس کا بھی جو (لوگ) اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور اُن کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ جاری کرے' اُس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان (لوگوں) کا بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں اور اُن کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم ص ۱۴۳۸' حدیث: ۱۰۱۷)

تراویح کے ۳۵ احکام

(۱) تراویح ہر عاقل و بالغ اسلامی بھائی اور اسلامی بہن کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا ترک جائز نہیں۔ (درمختار ج ۲ ص ۴۹۳)

(۲) اس تراویح کی بیس رکعتیں ہیں' سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعتیں ہی پڑھی جاتی تھیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۶۹۹' حدیث: ۴۶۱۷)

(۳) تراویح کی جماعت سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے' اگر مسجد کے سارے لوگوں نے چھوڑ دی تو سب اساءت کے مرتکب ہوئے (یعنی بُرا کیا) اور اگر چند افراد نے باجماعت پڑھ لی تو تنہا پڑھنے والا جماعت کی فضیلت سے محروم رہا۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۷۰)

(۴) تراویح کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صبح صادق تک ہے' عشاء کے فرض ادا کرنے سے پہلے اگر پڑھ لی تو نہ ہوگی۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۵)

(۵) عشاء کے فرض وتر کے بعد بھی تراویح پڑھی جاسکتی ہے۔ (الدرالمختار ج۲ ص۴۹۴) جیسا کہ بعض اوقات ۲۹ کو رؤیت ہلال کی شہادت ملنے میں تاخیر کے سبب ایسا ہو جاتا ہے۔

(۶) مستحب یہ ہے کہ تراویح میں تہائی رات تک تاخیر کریں، اگر آدھی رات کے بعد پڑھی تو بھی کراہت نہیں۔ (الدرالمختار ج۲ ص۴۹۵)

(۷) تراویح اگر فوت ہوئی تو اس کی قضا نہیں۔ (الدرالمختار ج۲ ص۴۹۴)

(۸) بہتر یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں دو دو کر کے دس سلام کے ساتھ ادا کریں۔ (الدرالمختار ج۲ ص۴۹۰)

(۹) تراویح کی بیس رکعتیں ایک سلام کے ساتھ بھی ادا کی جاسکتی ہیں، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، ہر دو رکعت پر قعدہ کرنا فرض ہے، ہر قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف بھی پڑھے اور طاق رکعت (یعنی پہلی تیسری پانچویں وغیرہ) میں ثناء پڑھے اور امام تعوذ وتسمیہ بھی پڑھے۔ (الدرالمختار ج۲ ص۴۹۶)

(۱۰) جب دو دو رکعت کر کے پڑھ رہا ہے تو ہر دو رکعت پر الگ الگ نیت کرے اور اگر بیس رکعتوں کی ایک ساتھ کر لی تب بھی جائز ہے۔ (الدرالمختار ج۲ ص۴۹۴)

(۱۱) بلا عذر تراویح بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے بلکہ بعض فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ہوتی ہی نہیں۔ (الدرالمختار ج۲ ص۴۶۹)

(۱۲) تراویح مسجد میں باجماعت ادا کرنا افضل ہے، اگر گھر میں باجماعت ادا کی تو ترک جماعت کا گناہ نہ ہوا، وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۱۶) عشاء کے فرض مسجد میں باجماعت ادا کر کے گھر یا ہال وغیرہ میں تراویح ادا کیجئے، اگر بلا عذر شرع کے بجائے گھر یا ہال وغیرہ میں عشاء کے فرض کی جماعت قائم کر لی تو ترک واجب کے گنہگار ہوں گے، اس کا تفصیلی مسئلہ فیضانِ سنت کے باب پیٹ کا قفل مدینہ ص ۱۳۵ پر ملاحظہ فرما لیجئے۔

(۱۳) نابالغ امام کے پیچھے صرف نابالغان ہی تراویح پڑھ سکتے ہیں۔

(۱۴) بالغ کی تراویح (بلکہ کوئی نماز حتیٰ کہ نفل بھی) نابالغ کے پیچھے نہیں ہوتی۔

(۱۵) تراویح میں پورا کلام شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے۔

(۱۶) اگر باشرائط حافظ نہ ملے یا کسی وجہ سے ختم نہ ہو سکے تو تراویح میں کوئی سی بھی سورتیں پڑھ لیجئے' اگر چاہیں تو الم تر' سے والناس دو بار پڑھ لیجئے' اس طرح بیس رکعتیں یاد رکھیں' آسان رہے گا۔ (عالمگیری ج اص ۱۱۷)

(۱۷) ایک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر کے ساتھ (یعنی اونچی آواز سے) پڑھنا سنت ہے اور ہر سورت کی ابتداء میں آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔ متأخرین (یعنی بعد میں آنے والے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ختم تراویح میں تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھنا مستحب کہا' نیز بہتر یہ ہے کہ ختم کے دن پچھلی رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھے۔ (بہارِ شریعت حصہ ۴'۹ ص ۳۷)

(۱۸) اگر کسی وجہ سے (تراویح کی) نماز فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن پاک اُن رکعتوں میں پڑھا تھا' ان کا اعادہ کریں تاکہ ختم میں نقصان نہ رہے۔ (عالمگیری ج اص ۱۱۸)

(۱۹) امام غلطی سے کوئی آیت یا سورہ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تو مستحب یہ ہے کہ اسے پڑھ کر پھر آگے بڑھے۔ (عالمگیری ج اص ۱۱۸)

(۲۰) الگ مسجد میں تراویح پڑھ سکتا ہے جبکہ ختم قرآن میں نقصان نہ ہو' مثلاً تین مساجد ایسی ہیں کہ ان میں ہر روز سوا پارہ پڑھا جاتا ہے تینوں میں روزانہ باری باری جا سکتا ہے۔

(۲۱) دو رکعت پر بیٹھا بھول گیا تو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے' آخر سہو کر لے۔ اور اگر تیسری کا سجدہ کر لیا تو چار پوری کر لے' مگر یہ دو شمار ہوں گی۔ ہاں اگر دو پر قعدہ کیا تھا تو چار ہوئیں۔ (عالمگیری ج اص ۱۱۸)

(۲۲) تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا' اگر دوسری پر بیٹھا نہیں تھا تو نہ ہوئیں' ان کے

بدلے کی دو رکعتیں دوبارہ پڑھے۔(عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۸)

(۲۳)سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے: دو ہوئیں' کوئی کہتا ہے: تین' تو امام کو جو یاد ہو اُس کا اعتبار ہے' اگر امام خود بھی تذبذب کا شکار ہو تو جس پر اعتماد ہو' اس کی بات مان لے۔(عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۷)

(۲۴)اگر لوگوں کو شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ؟ تو دو رکعتیں تنہا تنہا پڑھیں۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۷)

(۲۵)افضل یہ ہے کہ تمام شفعوں میں قراءت برابر ہو' اگر ایسا نہ کیا' جب بھی حرج نہیں' اسی طرح ہر شفع (کہ دو رکعت پر مشتمل ہوتا ہے' اس) اس کی پہلی اور دوسری رکعت کی قراءت مساوی (یعنی یکساں) ہو' دوسری کی قراءت پہلی سے زائد نہیں ہونی چاہئیں۔(عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۷)

(۲۶)امام و مقتدی ہر دو رکعت کی پہلی پر ثناء پڑھیں (امام اعوذ اور بسم اللہ بھی پڑھے) اور التحیات کے بعد درودِ ابراہیم اور دعا بھی۔(الدر المختار ج ۲ ص ۴۹۸)

(۲۷)اگر مقتدیوں پر گرانی کرنی ہو تو تشہد کے بعد اللّٰھم صل علٰی محمدٍ وال محمد پر اکتفاء کرلے۔(الدر المختار ج ۲ ص ۴۹۹)

(۲۸)اگر ستائیسویں کو (یا اس سے قبل) قرآن پاک ختم ہو گیا' تب بھی آخر رمضان تک قراءت پڑھتے رہیں کہ سنت مؤکدہ ہے۔(عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۸)

(۲۹)ہر چار رکعتوں کے بعد اتنی دیر آرام لینے کے لیے بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعات پڑھی ہیں' اس وقفے کو ترویحہ کہتے ہیں۔(عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۵)

(۳۰)ترویحہ کے دوران اختیار ہے کہ جب بیٹھا رہے یا ذکر و درود اور تلاوت کرے یا تنہا نفل پڑھے۔(الدر المختار ج ۲ ص ۴۹۷) یہ تسبیح پڑھ سکتے ہیں:

سبحان ذی الملک والملکوت ٥ سبحان ذی العزت والعظمت والھیبت والقدرۃ والکبریآء والجبروت ٥ سبحان الحیِ الذی

لا ينام ولا يموت○سبوح قدوس ربنا ورب الملئكة والروح○
اللّٰهم اجرني من النار○يا مجير يا مجير يا مجير○ برحمتك
يا ارحم الراحمين○

(۳۱) بیس رکعتیں ہو چکنے کے بعد پانچواں ترادیحہ بھی مستحب ہے اگر لوگوں پر گراں ہو تو پانچویں بار نہ بیٹھے۔(عالمگیری ج ا ص ۱۱۵)

(۳۲) بعض مقتدی بیٹھے ہیں جب امام رکوع کرنے والا ہوتا ہے اس وقت کھڑے ہوتے ہیں یہ منافقین کی مشابہت ہے چنانچہ سورۃ النساء کی آیت: ۱۴۲ میں ہے: "وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى" ترجمہ کنز الایمان: "اور (منافق) جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو ہارے جی سے"۔ فرض کی جماعت بھی اگر رکوع سے اُٹھ گیا تو سجدوں وغیرہ میں فوراً شریک ہو جائیں نیز امام قعدۂ اولیٰ میں ہو تب بھی اس کے کھڑے ہونے کا انتظار نہ کریں بلکہ شامل ہو جائیں اگر قعدہ میں شامل ہو گئے اور امام کھڑا ہو گیا تو التحیات پوری کیے بغیر نہ کھڑے ہوں۔(بہار شریعت غنیۃ المتصلی ص ۴۱)

(۳۳) رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے مگر جس نے عشاء کے فرض بغیر جماعت کے پڑھے وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔(بہار شریعت حصہ۴ ص ۳۶)

(۳۴) ایک امام کے پیچھے عشاء کے فرض دوسرے امام کے پیچھے تراویح اور تیسرے امام کے پیچھے وتر پڑھے اس میں حرج نہیں۔

(۳۵) حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرض و وتر کی جماعت کرواتے تھے اور حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح پڑھاتے۔(عالمگیری ج ا ص ۱۰۶)

اے ہمارے پیارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں نیک مخلص اور درست پڑھنے والے حافظ صاحب کے پیچھے اخلاص و دل جمعی کے ساتھ ہر سال تراویح ادا کرنے کی سعادت نصیب کر! اور قبول بھی فرما! آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

خطاب نمبر۴:

عظمتِ لیلۃ القدر

حضراتِ محترم! لیلۃ القدر انتہائی برکت والی رات ہے' اس کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں سال بھر کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں' یعنی فرشتے رجسٹروں میں آئندہ سال ہونے والے معاملات لکھتے ہیں' جیسا کہ تفسیر صاوی ج ۶ ص ۲۳۹۸ پر ہے: ''اَیْ اَظْھَارُھَا فِیْ دَوَاوِیْنِ الْمَلَاءَ الْاَعْلٰی'' ترجمہ: اسے (یعنی اُمورِ تقدیر کو) مقرب فرشتوں کے رجسٹروں میں ظاہر کر دیا جاتا ہے اور بھی متعدد شرافتیں اس مبارک رات کو حاصل ہیں۔ مفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمہ فرماتے ہیں: اس شب کو لیلۃ القدر چند وجوہ سے کہتے ہیں: (۱) اس میں سالِ آئندہ کے اُمور مقرر کر کے ملائکہ کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں' قدر کا معنی تقدیر یا قدر بمعنی عزت یعنی عزت والی رات (۲) اس میں قدر والا قرآن پاک نازل ہوا (۳) جو عبادت اس میں کی جاوے اس کی قدر ہے (۴) اقدر بمعنی تنگی' یعنی ملائکہ اس رات میں اس قدر آتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے' ان وجوہ سے اسے شبِ قدر' یعنی قدر والی رات کہتے ہیں۔

(مواعظِ نعیمیہ ص ۶۲)

بخاری شریف کی حدیث میں ہے: جس نے اس رات میں ایمان اور اخلاص کے ساتھ قیام کیا تو اس کے عمر بھر کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۶۰' حدیث: ۲۰۱۴)

۸۳ سال ۴ ماہ سے زیادہ عبادت کا ثواب

لہٰذا اس مقدس رات کو ہرگز ہرگز غفلت میں نہیں گزارنا چاہیے' اس رات عبادت

کرنے والے کو ایک ہزار ماہ یعنی تراسی سال چار ماہ سے بھی زیادہ عبادت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے اور اس ''زیادہ'' کا علم اللہ عزوجل جانے یا اس کے بتائے سے اس کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جانیں کہ کتنا ہے' اس رات میں حضرت سیّدنا جبریل علیہ السلام اور فرشتے نازل ہوتے ہیں اور پھر عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں' اس مبارک شب کا ہر ایک لمحہ سلامتی ہی سلامتی ہے اور یہ سلامتی صبح صادق تک برقرار رہتی ہے' یہ اللہ عزوجل کا خاص الخاص کرم ہے کہ یہ عظیم رات صرف اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو عطا کی گئی ہے۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنزالایمان: ''اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحمت والا' بے شک ہم نے اُسے شب قدر میں اُتارا اور تم نے کیا جانا' کیا شبِ قدر؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے' اس میں فرشتے اور جبریل علیہ السلام اُترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے' وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک''۔ (پ۳۰' سورۃ القدر)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شبِ قدر کس قدر اہم رات ہے کہ اس کی شانِ مبارک میں اللہ عزوجل نے پوری ایک سورت نازل فرمائی ہے' جسے ابھی آپ نے ملاحظہ کیا' اس سورتِ مبارکہ میں اللہ عزوجل نے اس مبارک رات کی کئی خصوصیات ارشاد فرمائی ہیں۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ اس سورتِ قدر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

اس رات میں اللہ عزوجل نے قرآنِ مجید کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل فرمایا اور پھر تقریباً ۲۳ برس کی مدت میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے بتدریج نازل کیا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نجیدہ ہو گئے

''تفسیرِ عزیزی'' میں ہے کہ جب ہمارے میٹھے میٹھے آقا مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام الرضوان کی اُمتوں کی طویل عمروں اوراپنی اُمتوں کی قلیل عمروں کو ملاحظہ فرمایا تو غمخوارِ اُمت' تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دل شفقت سے بھر آیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہو گئے کہ میرے اُمتی اگر خوب خوب نیکیاں کریں' جب بھی ان کی برابری نہیں کر سکیں گے' چنانچہ اللہ عزوجل کی رحمت جوش پر آئی اور اس نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیلۃ القدر عطا فرمائی۔ (تفسیر عزیزی ج ۴ ص ۴۳۴)

ایمان افروز حکایت

حضرات محترم! سورتِ قدر کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے بعض مفسرین کرام نے ایک نہایت ہی ایمان افروز حکایت بیان کی ہے' اس کا مضمون کچھ اس طرح ہے کہ حضرت شمعون علیہ السلام نے ہزار ماہ اس طرح عبادت کی کہ رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کی راہ میں کفار کے ساتھ جہاد بھی کرتے' وہ اس قدر طاقت ور تھے کہ لوہے کی وزنی اور مضبوط زنجیروں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ ڈالتے تھے۔

کفارِ ناہنجار نے جب یہ دیکھا کہ حضرت شمعون علیہ السلام پر کوئی بھی حربہ کارگر نہیں ہوتا تو باہم مشورہ کرنے کے بعد بہت سارے مال و دولت کا لالچ دے کر آپ علیہ السلام کی زوجہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ کسی رات نیند کی حالت میں پائے تو انہیں نہایت ہی مضبوط رسیّوں سے خوب اچھی طرح جکڑ کر ان کے حوالے کر دے۔

چنانچہ بے وفا بیوی نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ علیہ السلام بیدار ہوئے اور اپنے آپ کو رسّیوں سے بندھا ہوا پایا تو فوراً اپنے اعضاء کو حرکت دی' دیکھتے ہی دیکھتے رسّیاں ٹوٹ گئیں اور آپ علیہ السلام آزاد ہو گئے' پھر اپنی بیوی سے استفسار کیا: مجھے کس نے باندھ دیا تھا؟ بے وفا بیوی نے وفاداری کی نقلی اداؤں سے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں تو آپ کی طاقت کا اندازہ کر رہی تھی کہ آپ علیہ السلام ان رسّیوں سے کس طرح اپنے آپ کو آزاد کراتے ہیں۔ بات رفع دفع ہو گئی' ایک بار ناکام ہونے کے باوجود بیوفا بیوی نے ہمت

نہیں ہاری اور مسلسل اس بات کی تاک میں رہی کہ کب آپ علیہ السلام پر نیند طاری ہو اور وہ انہیں باندھ دے۔

آخر کار ایک بار پھر موقع مل ہی گیا' لہٰذا جب آپ علیہ السلام پر نیند کا غلبہ ہوا تو اس ظالمہ نے نہایت ہی چالاکی کے ساتھ آپ علیہ السلام کو لوہے کی زنجیروں میں اچھی طرح جکڑ دیا' جونہی آپ کی آنکھ کھلی' آپ علیہ السلام نے ایک ہی جھٹکے میں زنجیر کی ایک ایک کڑی الگ الگ کر دی اور بآسانی آزاد ہو گئے۔ بیوی یہ منظر دیکھ کر سٹپٹا گئی' مگر پھر مکاری سے کام لیتے ہوئے وہی بات دہرائی کہ میں تو آپ علیہ السلام کو آزما رہی تھی' دورانِ گفتگو حضرت شمعون علیہ السلام نے اپنی بیوی کے آگے اپنا راز افشاء کر دیا کہ مجھ پر اللہ عزوجل کا بڑا کرم ہے' اس نے مجھے اپنی ولایت کا شرف عنایت فرمایا ہے' مجھ پر دنیا کی کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی' مگر ہاں "میرے سر کے بال" چالاک عورت ساری بات سمجھ گئی۔

آہ! اس کو دنیا کی محبت نے اندھا کر دیا' آخر ایک بار موقع پا کر اس نے آپ علیہ السلام کو آپ ہی کے اُن آٹھ گیسوؤں سے باندھ دیا جن کی درازی زمین تک تھی (یہ اگلی اُمت کے بزرگ تھے' ہمارے آقا علیہ السلام کی سنت گیسو زیادہ سے زیادہ شانوں تک ہے) آپ علیہ السلام نے آنکھ کھلنے پر بڑا زور لگایا مگر آزاد نہ ہو سکے۔ دنیا کی دولت کے نشہ میں بدمست بے وفا عورت نے اپنے نیک اور پارسا شوہر کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔

کفار بداطوار نے حضرت شمعون علیہ السلام کو ایک ستون سے باندھ دیا اور انتہائی بے دردی اور سفاکی سے اُن کے ناک' کان کاٹ ڈالے اور آنکھیں نکال لیں۔ اپنے ولی کامل کی بے کسی پر رب العزت کی عزت کو جوش آیا' قہر و قہار و غضب جبار نے ظالم کافروں کو زمین کے اندر دھنسا دیا اور دُنیا کے لالچ میں آکر بے وفائی کرنے والی بیوی پر قہرِ خداوندی بجلی گری اور وہ بھی خاکستر ہو گئی۔

ہماری عمریں تو بہت قلیل ہیں

حضرات صحابہ کرام نے جب حضرت شمعون علیہ السلام کی عبادات و جہاد و تکالیف

ومصائب کا تذکرہ سنا تو انہیں حضرت شمعون علیہ السلام پر بڑا رشک آیا اور ماہِ نبوت آقائے رحمت کی خدمت بابرکت میں عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں تو بہت تھوڑی عمریں ملی ہیں' اس میں بھی کچھ حصہ نیند میں گزرتا ہے تو کچھ طلبِ معاش میں' کھانے پکانے میں اور دیگر اُمورِ دنیوی میں بھی کچھ وقت صرف ہو جاتا ہے' لہٰذا ہم تو حضرت شمعون علیہ السلام کی طرح عبادت کر ہی نہیں سکتے' یوں بنی اسرائیل ہم سے عبادت میں بڑھ جائیں گے۔

اُمت کے غمخوار آقا یہ سن کر غمگین ہو گئے' اُسی وقت حضرت سیّدنا جبریل امین حاضر خدمت بابرکت ہوئے اور اللہ کی جانب سے سورتِ قدر پیش کی اور تسلی دے دی گئی کہ پیارے حبیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ نہ ہوں' آپ کی اُمت کو ہم نے ہر سال میں ایک ایسی رات عنایت فرمادی کہ وہ اس رات میں میری عبادت کریں گے تو حضرت شمعون علیہ السلام کے ہزار ماہ کی عبادت سے بھی بڑھ جائیں گے۔

(ماخوذ از تفسیر عزیزی ج ۴ ص ۴۳۴)

آہ! ہمیں قدر کہاں؟

اللہ اکبر عزوجل! میرے میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خدائے رحمٰن عزوجل اپنے محبوبِ ذیشان' رحمت عالمیان کی اُمت پر کس قدر مہربان اور اس نے ہم غلاموں پر ہمارے میٹھے میٹھے آقا نبی الزمان کے صدقے کس قدر عظیم الشان احسان فرمایا کہ اگر شبِ قدر میں عبادت کر لیں تو ایک ہزار ماہ سے بھی زیادہ کی عبادت کا ثواب پالیں۔ مگر آہ! ہمیں شب قدر کی قدر کہاں! ایک صحابہ کرام بھی تو تھے کہ ان کی حسرت پر ہم سب کو اتنا بڑا انعام بغیر کسی خواہش کے مل گیا' انہوں نے اس کی قدر بھی کی مگر ہم ناقدروں کو عبادت کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ آہ! ہر سال ملنے والے اس عظیم الشان انعام کو ہم غفلت کی نذر کر دیتے ہیں۔

مدنی انعامات کے کارڈ کی برکت

شبِ قدر کی دل میں عظمت بڑھانے کے لیے تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر

سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے ہر دم وابستہ رہیے۔ الحمد للہ عزوجل! سنتوں بھری زندگی گزارنے کے لیے عبادات واخلاقیات کے تعلق سے اسلامی بھائیوں کے لیے ۷۲' اسلامی بہنوں کے لیے ۶۳' اور طلبہ علم دین کے لیے ۹۲' دینی طالبات کے لیے ۸۳' اور مدنی منّوں اور منیوں کے لیے ۴۰ مدنی انعامات' سوالات کی صورت میں مرتب کیے گئے ہیں' فکر مدینہ (یعنی اپنے اعمال کا محاسبہ) کرتے ہوئے روزانہ مدنی انعامات کا کارڈ پُر کر کے دعوتِ اسلامی کے مقامی ذمہ دار کو ہر مدنی ماہ' یعنی اسلامی مہینے کی ابتدائی ۱۰ تاریخ کے اندر اندر جمع کروانا ہوتا ہے۔ مدنی انعامات نے نہ جانے کتنے اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کی زندگیوں میں مدنی انقلاب برپا کر دیا ہے! اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو! چنانچہ نیو کراچی کے ایک اسلامی بھائی کا کچھ اس طرح بیان ہے کہ علاقے کی مسجد کے امام صاحب جو کہ دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہیں' انہوں نے انفرادی کوشش کرتے ہوئے میرے اسلامی بھائی جان کو مدنی انعامات کا ایک ریکارڈ تحفہ میں دیا۔ وہ گھر لے آئے اور پڑھا تو حیران رہ گئے کہ اس مختصر سے ریکارڈ میں ایک انسان کو اسلامی زندگی گزارنے کا اتنا زبردست فارمولا دے دیا گیا ہے' ان کو نماز کا جذبہ ملا اور نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے مسجد میں حاضر ہو گئے اور اب پانچ وقت کے نمازی بن چکے ہیں' داڑھی مبارک بھی سجالی اور مدنی انعامات کا کارڈ بھی پُر کرتے ہیں۔

مدنی انعامات کے عامل پہ دم ہر گھڑی
یا الٰہی! خوب برسا رحمتوں کی تو جھڑی

عاملینِ مدنی انعامات کے لیے بشارتِ عظمٰی

حضراتِ محترم! مدنی انعامات کا کارڈ پُر کرنے والے کس قدر خوش قسمت ہوتے ہیں' اس کا اندازہ اس مدنی بہار سے لگائیے! چنانچہ حیدر آباد (باب الاسلام' سندھ) کے ایک اسلامی بھائی کا کچھ اس طرح حلفیہ بیان ہے کہ ماہِ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ کی ایک شب مجھے خواب میں مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی عظیم سعادت ملی۔

لب ہائے مبارکہ کو جنبش ہوئی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے' الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے: جو اس ماہ روزانہ پابندی سے مدنی انعامات سے متعلق فکر مدینہ کرے گا' اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرمادے گا۔

مدنی انعامات کی بھی مرحبا کیا بات ہے
قربِ حق کے طالبوں کے واسطے سوغات ہے

تمام بھلائیوں سے محروم کون؟

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار جب ماہِ رمضان شریف تشریف لایا تو سلطان دوجہان' مدینے کے سلطان' رحمتِ عالمیان' سرورِ ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے' جو شخص اس رات سے محروم ہو گیا' گویا تمام کی تمام بھلائی سے رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۹۸' حدیث: ۱۶۴۴)

ایک ہزار شہزادے

سورۃ القدر کا ایک اور شانِ نزول مشہور تابعی حضرت سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' چنانچہ سیدنا کعب الاحبار فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک نیک خصلت بادشاہ ہے' اللہ عزوجل نے اس زمانے کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں سے کہو کہ اپنی تمنا بیان کرے' جب اُس کو پیغام ملا تو اُس نے عرض کی: اے میرے ربِ عزوجل! میری تمنا ہے کہ میں اپنے مال' اولاد اور جان کے ساتھ جہاد کروں۔ اللہ عزوجل نے اسے ایک ہزار لڑکے عطا فرمائے' وہ اپنے ہر شہزادے کو اپنے مال کے ساتھ لشکر کے لیے تیار کیا کرتا اور پھر اسے اللہ عزوجل کی راہ میں مجاہد بنا کر بھیج دیتا۔ وہ ایک ماہ جہاد کرتا اور شہید ہو جاتا' پھر دوسرے شہزادے کو لشکر میں تیار کرتا تو ہر ماہ ایک شہزادہ شہید ہو جاتا' اس کے ساتھ ساتھ بادشاہ رات کو قیام کرتا اور دن کو روزہ رکھا کرتا' ایک ہزار مہینوں

میں اس کے ہزار شہزادے شہید ہو گئے' پھر خود آگے بڑھ کر جہاد کیا اور شہید ہو گیا' لوگوں نے کہا کہ اس بادشاہ کا مرتبہ کوئی شخص نہیں پا سکتا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ" (ترجمہ کنزالایمان: شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر) یعنی اس بارہ کے ہزار مہینوں میں سے جو کہ اس نے رات کے قیام' دن کے روزوں اور مال' جان اور اولاد کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کر کے گزارے' اس سے بہتر ہے۔ (تفسیر قرطبی ج ۲۰' پ ۳۰' ص ۱۲۲)

ہزار شہروں کی بادشاہت

حضرت سیدنا ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مِلک میں پانچ سو شہر تھے اور سیّدنا ذوالقرنین علیہ السلام کی مِلک میں بھی پانچ سو شہر۔ یوں ان دونوں کے ملک میں ایک ہزار شہید ہوئے۔ تو اللہ عزوجل نے اس رات کے عمل کو جو اسے پائے' اس کے لیے ان دونوں کی ملک سے بہتر بنایا ہے۔

(تفسیر قرطبی ج ۲۰' پ ۳۰' ص ۱۲۲)

حضراتِ محترم! یہ رات ہر طرح سے خیریت و سلامتی کی ضامن ہے' یہ رات اوّل تا آخر رحمت ہی رحمت ہے۔ مفسرین کرام رحمھم اللہ فرماتے ہیں: یہ رات سانپ و بچھو' آفات و بلیات اور شیاطین سے بھی محفوظ ہے' اس رات میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔

پرچم کشائی

روایت ہے کہ شبِ قدر میں سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں کی فوج حضرت جبریل علیہ السلام کی سرداری میں زمین پر اترتی ہے اور ان کے ساتھ چار جھنڈے ہوتے ہیں' ایک جھنڈا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبرِ انور پر' ایک جھنڈا بیت المقدس کی چھت پر' اور ایک جھنڈا کعبہ معظمہ کی چھت پر' ایک جھنڈا طورِ سینا پر لہراتے ہیں' پھر یہ فرشتے مسلمانوں کے گھروں میں تشریف لے جا کر ہر مؤمن مرد و عورت کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں: سلام عزوجل! (سلام اللہ عزوجل کا صفاتی نام ہے) تم پر سلامتی بھیجتا ہے مگر جن گھروں

میں شرابی یا خنزیر کا گوشت کھانے والا بلا وجہ شرعی اپنی رشتہ داری کاٹ دینے والا رہتا ہو' ان گھروں میں یہ فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (تفسیر صاوی ج ۶ ص ۲۴۰۱)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان فرشتوں کی تعداد رُوئے زمین کی کنکریوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ سب سلام ورحمت لے کر نازل ہوتے ہیں۔

(تفسیر دُرِ منثور ج ۸ ص ۵۷۹)

بدنصیب لوگ

دیکھا آپ نے! شب قدر کس قدر عظمت والی رات ہے' اس رات میں ہر خاص و عام کو بخش دیا جاتا ہے' تاہم عادی شرابی' ماں باپ کے نافرمان' قطع رحمی کرنے والے اور بلا مصلحت شرعی آپس میں کینہ رکھنے والے اور اس سبب سے آپس میں تعلقات منقطع کرنے والے اس عام بخشش سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

توبہ کرلو!

حضراتِ محترم! قہر وقہار وغضب جبّار عزوجل سے لرز جانے کے لیے کیا یہ بات کافی نہیں! اور شبِ قدر جیسی بابرکت رات بھی جن مجرموں کی بخشش نہیں کی جارہی' وہ کس قدر شدید مجرم ہوں گے؟ ان گناہوں سے صدقِ دل سے توبہ کر لینی چاہیے اور حقوق العباد والے معاملات بھی حل کر لیے جائیں' بے شک اللہ عزوجل کا فضل وکرم بے حد و بے انتہاء ہے۔

لڑائی کا وبال

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے' تاکہ ہم کو شبِ قدر کے بارے میں بتائیں (کہ کس رات میں ہے)' دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قدر بتاؤں لیکن فلاں فلاں شخص جھگڑ رہے تھے' اس لیے اس کا تعین اُٹھا لیا گیا اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو۔

اب اس کو (آخری عشرے کی) نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں ڈھونڈو۔

علاماتِ شبِ قدر

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے سرکارِ والا تبار، باذنِ پروردگار دو جہاں کے مالک ومختار، شہنشاہِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں شبِ قدر کے بارے میں سوال کیا تو سرکارِ مدینہ منورہ، سردارِ مکہ مکرمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شبِ قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں، یعنی اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں شب یا رمضان کی آخری شب میں ہے، تو جو کوئی ایمان کے ساتھ بہ نیت ثواب اس مبارک رات میں عبادت کرلے، اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اس کی علامات میں سے یہ ہے کہ وہ مبارک شب کھلی ہوئی، روشن اور بالکل صاف وشفاف ہوتی ہے۔ اس میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی، بلکہ یہ رات معتدل ہوتی ہے، گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہوتا ہے، اس پوری رات میں شیاطین کو آسمان کے ستارے نہیں مارے جاتے، مزید نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس رات کے گزرنے کے بعد جو صبح آتی ہے، اس میں سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، اور وہ ایسا ہوتا ہے گویا کہ چودھویں کا چاند۔ اللہ عزوجل نے اس دن طلوعِ آفتاب کے ساتھ شیطان کو نکلنے سے روک دیا ہے (اس ایک دن کے علاوہ ہر روز سورج کے ساتھ ساتھ شیطان بھی نکلتا ہے)۔ (مسند امام احمد ج ۸ ص ۴۱۴، حدیث: ۲۲۸۲۹)

سمندر کا پانی میٹھا ہوجاتا ہے

حضراتِ محترم! حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یا آخری رات میں ہے، چاہے وہ تیسویں شب ہو، کوئی ایک رات شبِ قدر ہے۔ اس رات کو مخفی رکھنے میں ہزار حکمتیں ہیں، جن میں یقیناً ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مسلمان ہر رات اس رات کی جستجو میں اللہ عزوجل کی عبادت میں گزارنے کی کوشش کریں کہ نہ جانے کون سی رات شبِ قدر ہو۔ اسی حدیث پاک میں شب قدر کی بعض

علامات بھی ارشاد فرمائی گئی ہیں، ان علامات کے علاوہ بھی دیگر روایات میں مزید علامات لیلۃ القدر کا بیان کیا گیا ہے۔ ان علامات کو پالینا سب کے بس کی بات نہیں، بلکہ یہ تو صرف اہلِ نظر ہی کا حصہ ہے، اللہ عزوجل بسا اوقات اپنے خاص بندوں پر ان کا ظہور فرماتا ہے، شبِ قدر کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس رات میں سمندر کا کھاری پانی میٹھا ہو جاتا ہے، نیز انسان و جنات کے علاوہ کائنات کی ہر شے اللہ عزوجل کی بزرگی کے اعتراف میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے، مگر یہ ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔

حکایت

حضرت سیدنا عبید ابن عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک رات بحیرہ قلزم (قلزم نامی سمندر) کے کنارے پر تھا اور اسی کھاری پانی سے وضو کرنے لگا، جب میں نے وہ پانی چکھا تو شہد سے بھی زیادہ میٹھا معلوم ہوا۔ مجھے بے حد تعجب ہوا، میں نے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی بات کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: اے عبید! وہ لیلۃ القدر ہوگی۔ مزید فرمایا: جس شخص نے یہ رات اللہ عزوجل کی عبادت میں گزاری، اس نے گویا ہزار ماہ سے بھی زیادہ عرصہ عبادت کی اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ کو معاف فرما دے گا۔ (تذکرۃ الواعظین ص ۶۲۶) اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین!

ہمیں علامات کیوں نظر نہیں آتیں؟

حضراتِ محترم! شبِ قدر کی متعدد علامات کا ذکر گزرا، ہمارے ذہن میں یہ سوال اُبھر سکتا ہے کہ ہماری عمر کے کافی سال گزرے، ہر سال شبِ قدر آتی رہتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہمیں کبھی اس کی علامات نظر نہیں آئیں؟ اس کے جواب میں علمائے کرام فرماتے ہیں: ان باتوں کا علم ہر ایک کو نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا تعلق کشف و کرامت سے ہے، اسے تو وہی دیکھ سکتا ہے جس کو بصیرت کی نعمت حاصل ہو، ہر وقت معصیت کی نحوست میں لت پت رہنے والا گنہگار انسان ان نظاروں کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

طاق راتوں میں ڈھونڈو

اللہ عزوجل نے اپنی مشیت کے تحت شبِ قدر کو پوشیدہ رکھا ہے' لہٰذا ہمیں یقین کے ساتھ نہیں معلوم کہ شبِ قدر کون سی ہے۔

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے سرتاج' صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شبِ قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں' یعنی اکیسویں' تیسویں' پچیسویں' ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں تلاش کرو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۶۲' حدیث: ۲۰۲۰)

آخری سات راتوں میں تلاش کرو

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ بحر و بر کے بادشاہ' دو عالم کے شہنشاہ' اُمت کے خیرخواہ' آمنہ کے مہر و ماہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے چند افراد کو خواب میں آخری سات راتوں میں شبِ قدر دکھائی گئی۔ میٹھے میٹھے آقا مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں میں متفق ہو گئے ہیں۔ اس لیے اس کا تلاش کرنے والا اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۶۰' حدیث: ۲۰۱۵)

لیلۃ القدر پوشیدہ کیوں؟

اللہ عزوجل کی سنتِ کریمہ ہے کہ اُس نے بعض اہم ترین معاملات کو اپنی مشیت سے بندوں پر پوشیدہ رکھا ہے' جیسا کہ منقول ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی رضا کو نیکیوں میں' اپنی ناراضگی کو گناہوں میں اور اپنے اولیاء علیہم الرضوان کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ بندہ کسی بھی نیکی کو چھوٹی سمجھ کر چھوڑ نہ دے' کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل کس نیکی پر راضی ہو جائے۔ ہوسکتا ہے کہ نیکی بظاہر بہت ہی

چھوٹی نظر آتی ہو اُسی سے اللہ عزوجل راضی ہو جائے۔ متعدد احادیث مبارکہ سے یہی پتہ چلتا ہے مثلاً قیامت کے روز ایک بدکار عورت صرف اس نیکی کے عوض بخش دی جائے گی کہ اُس نے ایک پیاسے کتے کو دنیا میں پانی پلا دیا تھا۔ اسی طرح اپنی ناراضگی کو گناہوں میں پوشیدہ رکھنے کی حکمت یہی ہے کہ بندہ کسی گناہ کو چھوٹا تصور کر کے نہ بیٹھے بلکہ ہر گناہ سے بچتا ہی رہے۔ چونکہ بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کس گناہ سے ناراض ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ ہر گناہ سے پرہیز ہی کرے۔ اسی طرح اولیاء علیہم الرضوان کو بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے کہ انسان ہر نیک مسلمان کی رعایت وتعظیم بجالائے اور سوچے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ولی اللہ ہو ہوسکتا ہے وہ ولی اللہ ہو اور ظاہر ہے جب ہم نیک لوگوں کا ادب وتعظیم کرنا سیکھ لیں گے بدگمانی کی عادت نکال دیں گے اور سب مسلمانوں کو اپنے سے اچھا تصور کرنے لگیں گے تو ہمارا معاشرہ بھی صحیح ہو جائے گا۔ انشاء اللہ عزوجل! ہماری عاقبت بھی سنور جائے گی۔

شبِ قدر کی دعا

اُم المؤمنین سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے اپنے سرتاج صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے شبِ قدر کا علم ہو جائے تو کیا پڑھوں؟ سرکارِ ابد قرار شفیعِ روزِ شمار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح دعا مانگو: ’’اللّٰھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی ‘‘یعنی اے اللہ عزوجل! بے شک تو معاف فرمانے والا ہے اور معافی دینے کو پسند بھی کرتا ہے لہٰذا مجھے بھی معاف فرمادے۔

(جامع ترمذی ج ۵ ص ۳۰۶ حدیث: ۳۵۲۴)

شبِ قدر کے نوافل

حضرت سیدنا اسماعیل رضی اللہ عنہ تفسیر روح البیان میں یہ روایت نقل کرتے ہیں: جو شبِ قدر میں اخلاص نیت سے نوافل پڑھے گا اُس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو

جائیں گے۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۴۸۰)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان المبارک کے آخری دس دن آتے تو عبادت پر کمر باندھ لیتے' ان میں راتوں کو جاگا کرتے اور اپنے اہل کو جگایا کرتے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۵۷' حدیث: ۱۷۶۸)

حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نقل کرتے ہیں کہ بزرگانِ دین علیہم الرضوان اس عشرے کی ہر رات میں دو رکعت نفل شبِ قدر کی نیت سے پڑھا کرتے تھے۔ نیز بعض اکابر سے منقول ہے کہ جو ہر رات دس آیات اس نیت سے پڑھ لے تو اس کی برکت اور ثواب سے محفوظ نہ رہے گا اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شبِ قدر کی کم سے کم نماز دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعت (نوافل) ، درمیانہ درجہ دو سو رکعت ہے اور ہر رکعت میں اوسط قراءت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورۂ قدر اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور سلام کے بعد سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درودِ پاک بھیجے اور پھر نماز کے لیے کھڑا ہو جائے' یہاں تک کہ اپنا دو سو رکعت کا یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کا جو ارادہ کیا ہو' پورا کرے تو ایسا کرنا اس شبِ قدر کی جلالت قدر جو کہ اللہ عزوجل نے بیان فرمائی اور جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قیام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے' اس کے لیے اسے کفایت کرے گا۔

(روح البیان ج ۱۰ ص ۴۸۳)

حضراتِ محترم! یقیناً ہر رات منبع برکات ہے' چنانچہ حضورِ انور' شافعِ محشر' مدینے کے سلطان' باذنِ ربِ اکبر عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ایک ایسا مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے' جو اس رات سے محروم رہ گیا' وہ پوری بھلائی سے محروم رہ گیا اور شبِ قدر کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا' مگر اصلی محروم۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۱' ۳' حدیث: ۱۹۶۴)

اے ہمارے رب عزوجل! اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہم

گنہگاروں کو لیلۃ القدر کی برکتوں سے مالا مال کر اور زیادہ سے زیادہ اپنی عبادت کی توفیق مرحمت فرما!

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

خطاب نمبر ۵:

سنتِ اعتکاف کی برکات وفضائل

حضراتِ محترم! رمضان المبارک کی برکتوں کے کیا کہنے! یوں تو اس کی ہر ہر گھڑی رحمتوں بھری ہے اور ہر ہر ساعت اپنے جلو میں بے پایاں برکتیں لیے ہوئے ہے' مگر اس ماہِ محترم میں شبِ قدر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے' اسے پانے کے لیے ہمارے پیارے آقا' مدینے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان المبارک کا پورا مہینہ بھی اعتکاف فرمایا اور آخری دس دن کا بہت زیادہ اہتمام تھا' یہاں تک کہ ایک بار کسی خاص عذر کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف نہ کر سکے تو شوال المکرم کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔ (صحیح بخاری ج۱ص۶۷۱' حدیث:۲۰۳۱)

ایک مرتبہ سفر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف رہ گیا تو اگلے رمضان شریف میں بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (جامع ترمذی ج۲ص۲۱۲' حدیث:۸۰۳)

اعتکاف پرانی عبادت ہے

پچھلی اُمتوں میں بھی اعتکاف کی عبادت موجود تھی' چنانچہ پارہ پہلا' سورۃ البقرہ کی آیت:۱۲۵ میں اللہ عزوجل کا فرمانِ عالی شان ہے:

ترجمہ کنزالایمان: ''اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے''۔

مسجدوں کو صاف رکھنے کا حکم

سامعینِ محترم! نماز و اعتکاف کے لیے کعبہ مشرفہ کی پاکیزگی اور صفائی کا خود ربِ کعبہ عزوجل کی طرف سے فرمان جاری کیا گیا ہے۔ مفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ مسجدوں کو پاک صاف رکھا جائے' وہاں گندگی اور بدبودار چیزیں نہ لائی جائیں' یہ سنتِ انبیاء ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف عبادت ہے اور پچھلی اُمتوں کی نمازوں میں رکوع و سجود دونوں تھے' یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کا متولی ہونا چاہیے اور متولی صالح (پرہیزگار) انسان ہونا چاہیے۔ مزید آگے فرماتے ہیں: طواف و نماز و اعتکاف بڑی پرانی عبادتیں ہیں جو زمانۂ ابراہیمی میں بھی تھیں۔ (نور العرفان ص ۲۹)

دس دن کا اعتکاف

اس کے بعد اللہ کے پیارے حبیب' حبیبِ لبیب' ہم گنہگاروں کے مریضوں کے طبیب عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول ہو گیا کہ ہر رمضان شریف کے عشرہ آخر (یعنی آخری دس دن) کا اعتکاف فرمایا کرتے اور اسی سنتِ کریمہ کو زندہ رکھتے ہوئے اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی اعتکاف فرماتی رہیں۔ چنانچہ اُم المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج' صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے' یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفاتِ ظاہری عطا فرمائی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف کرتی رہیں۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۶۶۴' حدیث: ۲۰۲۶)

عاشقوں کی دھن

حضراتِ محترم! یوں تو اعتکاف کے بے شمار فضائل ہیں' مگر عشاق کے لیے تو اتنی ہی بات کافی ہے کہ آخری عشرہ کا اعتکاف سنت ہے' یہ تصور ہی ذوق افزاء ہے کہ ہم

پیارے سرکارِ مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیاری پیاری سنت ادا کر رہے ہیں۔ عاشقوں کی تو دھن یہی ہوتی ہے کہ فلاں فلاں کام ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے' بس اسی لیے ہمیں بھی کرنا ہے' مگر عمل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہمارے لیے کوئی شرعی ممانعت نہ ہو' مثلاً اعتکاف میں چار پائی بچھانا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے' مگر ہم نہیں بچھا سکتے کہ نمازیوں کے لیے جگہ کی تنگی بھی ہوگی اور مسلمانوں کے لیے تشویش کا باعث بھی۔

ایک بار تو اعتکاف کر ہی لیں

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے دیوانو! ہو سکے تو ہر برس ورنہ زندگی میں کم از کم ایک بار تو ضرور رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کر ہی لینا چاہیے اور یوں بھی مسجد میں پڑا رہنا بہت بڑی سعادت ہے اور معتکف کی تو کیا بات ہے کہ رضائے الٰہی عزوجل پانے کے لیے اپنے آپ کو تمام مشاغل سے فارغ کر کے مسجد میں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اعتکاف کی خوبیاں بالکل ہی ظاہر ہیں کیونکہ اس میں بندہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لیے کلیتًا (یعنی مکمل طور پر) اپنے آپ کو اللہ عزوجل کی عبادت میں منہمک کر دیتا ہے اور ان تمام مشاغل دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے جو اللہ عزوجل کی قرب کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اور معتکف کے تمام اوقات حقیقتاً یا حکماً نماز میں گزرتے ہیں اور اعتکاف کا مقصودِ اصلی جماعت کے ساتھ نماز کا انتظار کرنا ہے اور معتکف ان (فرشتوں) سے مشابہت رکھتا ہے جو اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے' اسے بجالاتے ہیں اور ان کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو شب و روز اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور اُس سے اُکتاتے نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۲۱۲)

ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت

جو رمضان المبارک کے علاوہ بھی صرف ایک دن مسجد کے اندر اخلاص کے ساتھ

اعتکاف کرلے' اُس کے لیے بھی زبردست ثواب کی بشارت ہے' چنانچہ اعتکاف کی ترغیب دلاتے ہوئے' سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ عزوجل کی رضا و خوشنودی کے لیے ایک دن کا اعتکاف کرے گا' اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دے گا' جن کی مسافت مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہو گی۔ (الدر المختار ج ۱ ص ۴۸۶)

سابقہ گناہوں کی بخشش

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکارِ ابد قرار' شفیعِ روزِ شمار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اعتکاف کیا' اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (جامع صغیر ص ۵۱۶' حدیث: ۸۴۸۰)

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے اعتکاف

حضرت سیدنا نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مدینے کے سلطان' رحمتِ عالمیان' سرورِ ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سیدنا نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھائی' جہاں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم ص ۵۹۷' حدیث: ۱۱۷۱)

حضراتِ محترم! مسجد نبوی شریف میں جس جگہ ہمارے میٹھے میٹھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے لیے کھجور کی لکڑی وغیرہ سے بنی ہوئی مبارک چارپائی بچھاتے تھے' وہاں بطورِ یادگار ایک مبارک ستون بنام ''اسطوانۃ السریر'' آج بھی قائم ہے' خوش نصیب عشاق اس کی زیارت کرتے اور حصولِ برکت کے لیے یہاں نوافل ادا کرتے ہیں۔

سارے مہینے کا اعتکاف

ہمارے پیارے پیارے اور رحمت والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی

رضاجوئی کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے اور خصوصاً رمضان شریف میں عبادت کا خوب ہی اہتمام فرمایا کرتے تھے' چونکہ ماہِ رمضان ہی میں شبِ قدر کو بھی پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس مبارک رات کو تلاش کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پورے رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا' چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سلطانِ دو جہاں' شہنشاہ کون ومکان' رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے یکم رمضان سے تیس رمضان تک اعتکاف کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے شبِ قدر کی تلاش کے لیے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا' پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا' پھر مجھے بتایا گیا کہ شبِ قدر آخری عشرہ میں ہے' لہٰذا تم میں سے جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے' وہ کرلے۔ (صحیح مسلم ص ۵۹۴' حدیث: ۱۱۶۷)

بلا حائل زمین پر سجدہ کرنا مستحب ہے

اللہ اکبر عزوجل! ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر سادگی پسند ہیں' یقیناً اللہ عزوجل کے حضور سجدہ میں اپنی پیشانی خاک پر رکھنا اور پیشانی سے خاک پاک کے ذرات کا چمٹ جانا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی عاجزی ہے' فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زمین پر بلا حائل (یعنی مصلّٰی' کپڑا وغیرہ نہ ہو) سجدہ کرنا مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح حصہ ۳' ص ۸۵) ''مکاشفۃ القلوب'' میں ہے: حضرت عمر بن عبداللہ صرف مٹی ہی پر سجدہ کرتے تھے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۱۸۱)

دو حج اور دو عمروں کا ثواب

امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمدِ مصطفٰی' حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ خوشنما ہے:

من اعتکف فی رمضان کان کحجتین وعمرتین۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۴۲۵' حدیث: ۲۹۶۶)

ترجمہ: ''جس نے رمضان المبارک میں (دس دن کا) اعتکاف کیا' وہ ایسا

ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے''۔

گناہوں سے تحفظ

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سلطانِ ذی شان' رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ تحفظ نشان ہے: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچتا رہتا ہے' اور اس کے لئے تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں' جیسے ان کے کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں۔ (ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۶۵' حدیث: ۱۷۸۱)

روزانہ حج کا ثواب

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: معتکف کو ہر روز ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۲۵' حدیث: ۳۹۶۸)

اعتکاف کی تعریف

مسجد میں اللہ عزوجل کی رضا کے لیے بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا اعتکاف ہے۔ اس کے لیے مسلمان کا عاقل اور جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے' بلوغ شرط نہیں' نابالغ بھی جو تمیز رکھتا ہے' اگر بہ نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو اس کا اعتکاف صحیح ہے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۱)

اعتکاف کے لغوی معنی

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں: دھرنا مارنا۔ مطلب یہ ہے کہ معتکف اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اُس کی عبادت پر کمربستہ ہو کر دھرنا مار کر پڑا رہتا ہے' اس کی یہی دُھن ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا پروردگار اس سے راضی ہو جائے۔

اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

حضرت سیدنا عطا خراسانی فرماتے ہیں: معتکف کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سر پر آ پڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو: یارب عزوجل! جب تک تو میری مغفرت نہیں فرما دے گا' میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۲۶' حدیث: ۳۹۷۰)

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱)اعتکافِ واجب (۲)اعتکافِ سنت (۳)اعتکافِ نفل۔

اعتکاف واجب

اعتکاف کی نذر (یعنی منّت) مانی یعنی زبان سے کہا: میں اللہ عزوجل کے لیے فلاں دن یا اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔تو اب جتنے بھی دن کا کہا ہے' اُتنے دن کا اعتکاف کرنا واجب ہوگا' یہ بات خاص کر یاد رکھیے کہ جب کبھی کسی بھی قسم کی منّت مانی جائے تو اُس میں یہ شرط ہے کہ منّت کے الفاظ زبان سے ادا کیے جائیں' صرف دل ہی دل میں منّت کی نیت کر لینے سے منّت صحیح نہیں ہوتی (ایسی منّت کا پورا کرنا واجب نہیں ہوتا)۔(ردالمحتار ج۳ص۴۳۰)

اعتکاف سنت

سنت کا اعتکاف مرد مسجد میں کرے اور عورت مسجدِ بیت میں۔اس میں روزہ بھی شرط ہے (عورت گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مخصوص کر لے' اِسے مسجدِ بیت کہتے ہیں) رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔(درمختار مع ردالمحتار ج۳ص۴۳۰) یعنی پورے شہر میں کسی ایک نے کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا اور اگر کسی ایک نے بھی نہ کیا تو سبھی مجرم ہوئے۔(بہارِ شریعت حصہ۵ص۱۵۲)

اِس اعتکاف میں یہ ضروری ہے کہ رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ کو غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مسجد کے اندر بہ نیت اعتکاف موجود ہو اور انتیس کے چاند کے بعد تیس کے غروبِ آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔(بہارِ شریف حصہ۵ص۱۵۱)

اعتکاف کی نیت اِس طرح کیجئے!

میں اللہ عزوجل کی رضا کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے سنت اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔

اعتکاف نفل

نذر اور سنت مؤکدہ کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب (یعنی نفلی) وسنتِ غیر مؤکدہ ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ۵ ص۱۵۲)

اس کے لیے نہ روزہ شرط ہے' نہ کوئی وقت کی قید' جب بھی مسجد میں داخل ہوں' اعتکاف کی نیت کر لیجئے' جب تک مسجد میں رہیں گے' کچھ پڑھیں یا نہ پڑھیں' اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا' جب مسجد سے باہر نکلیں گے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مذہب مفتیٰ بہ پر (نفلی) اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہوا' باہر آنے تک (کے لیے) اعتکاف کی نیت کر لے' انتظارِ نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج۵ ص۶۷۴) اور ایک جگہ فرماتے ہیں: جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کر لے' جب تک مسجد ہی میں رہے گا' اعتکاف کا بھی ثواب ملے گا۔ (ایضاً ج۸ ص۹۸) اعتکاف کی نیت کرنا کوئی مشکل کام نہیں' نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں' اگر دل ہی میں آپ نے ارادہ کر لیا کہ میں سنت اعتکاف کی نیت کرتا ہوں' یہی کافی ہے اور اگر دل میں نیت حاضر ہے اور زبان سے بھی یہی الفاظ ادا کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔ مادری زبان میں بھی نیت ہو سکتی ہے اور اگر عربی میں نیت یاد کر لیں تو زیادہ مناسب ہے' ہو سکے تو آپ یہ عربی نیت یاد کر لیجئے! جیسا کہ الملفوظ حصہ۲ ص۲۷۷ پر ہے:

نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف۔

ترجمہ: ''میں نے سنتِ اعتکاف کی نیت کی''۔

مسجد النبوی شریف کے قدیم اور مشہور دروازہ ''بابُ الرحمۃ'' سے داخل ہوں تو سامنے ہی ستون مبارک ہے' اُس پر یاد دہانی کے لیے زمانۂ قدیم سے یہ نمایاں طور پر ''نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف'' پر لکھا ہوا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! جب بھی آپ کسی عبادت مثلاً نماز' روزہ' احرام' طوافِ کعبہ

وغیرہ کی عربی میں نیت کرلیں تو اس بات کا خاص خیال رکھئے کہ اس عربی عبارت کے معنی بھی آپ سمجھ رہے ہوں' کیونکہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں' اگر آپ نے رَٹی ہوئی عربی نیت کے الفاظ ادا کر لیے یا کتاب میں دیکھ کر پڑھ لیے اور دھیان کسی اور طرف لگا تھا اور ارادہ دل میں موجود نہ تھا تو نیت سرے سے ہوگی ہی نہیں' مثلاً آپ مسجد میں داخل ہوکر نَوَیْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِکَاف ۔کہیں تو دل میں بھی ارادہ لازم ہونا چاہیے کہ میں یہ اعتکاف سنت کی نیت کررہا ہوں' یہ بات خاص طور پر ذہن نشین کرلیں کہ یہ آخری عشرہ رمضان المبارک کا اعتکاف نہیں' یہ نفلی اعتکاف ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی کہا جا سکتا ہے' آپ جب بھی مسجد سے باہر نکلیں گے' یہ نفلی اعتکاف اُسی وقت ختم ہو جائے گا۔

اعتکاف کس مسجد میں کرے؟

اعتکاف کے لیے تمام مساجد سے مسجد الحرام شریف افضل ہے' پھر مسجد النبوی شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام' پھر مسجد اقصیٰ شریف (بیت المقدس) پھر ایسی جامع مسجد جس میں پنج وقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے' اگر جامع مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو پھر اپنے محلّہ میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔(فتح القدیر ج۲ ص۳۰۸)

جامع مسجد ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ مسجدِ جماعت میں بھی ہوسکتا' مسجدِ جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں' اگرچہ اس میں پنجگانہ نماز نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجدِ جماعت نہ ہو۔ (ردالمحتار ج۳ ص۴۲۹) خصوصاً اس زمانے میں کہ بعض مسجدیں ایسی ہیں کہ جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔(بہارِ شریعت حصہ۵ ص۱۵۱)

معتکف اور احترامِ مسجد

پیارے معتکف اسلامی بھائیو! چونکہ آپ کو دس روز مسجد ہی میں گزارنے ہیں' اس لیے مناسب یہی ہے کہ چند باتیں احترامِ مسجد سے متعلق سیکھ لیجیے! دورانِ اعتکاف مسجد کے اندر ضرورۃً دنیوی بات کرنے کی اجازت ہے' لیکن دھیمی آواز کے ساتھ اور احترامِ

مسجد کو ملحوظ رکھتے ہوئے بات کیجئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ چلا کر کسی اسلامی بھائی کو بُلا رہے ہوں اور وہ بھی آپ کو چلا کر جواب دے رہا ہو "ابے تبے" اور غل غپاڑے سے مسجد گونج رہی ہو یہ انداز ناجائز و گناہ ہے۔ یاد رکھئے! مسجد میں بلا ضرورت دنیوی بات چیت کی معتکف کو بھی اجازت نہیں۔

ان کو اللہ سے کچھ کام نہیں

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت، شہنشاہِ نبوت، تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ ذی شان ہے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مساجد میں دنیا کی باتیں ہوں گی، تم ان کے ساتھ مت بیٹھو کہ ان کو اللہ عزوجل سے کچھ کام نہیں۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۸۷، حدیث: ۲۹۶۲)

اللہ عزوجل تیری گمشدہ چیز نہ ملائے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، فیض گنجینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو کسی کو مسجد میں باآوازِ بلند گمشدہ چیز ڈھونڈتے سنیں تو وہ کہیں: اللہ عزوجل وہ گمشدہ شے تجھے نہ ملائے کیونکہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ (صحیح مسلم ص ۲۸۵، حدیث: ۵۶۸)

مسجد میں جوتے تلاش کرتے پھرنا

سامعین محترم! جو لوگ اپنے جوتے یا کوئی اور چیز گم جانے پر مسجد میں شور کرتے ہیں، ڈھونڈتے پھرتے ہیں، ان کو بیان کردہ حدیث مبارکہ سے درس حاصل کرنا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ ہر اُس کام سے مسجد کو بچانا ضروری ہے، جس سے مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہے۔ دنیوی باتیں، ہنسی مذاق اور اسی طرح کی لغویات کے لیے مسجدیں نہیں بنائی گئیں، بلکہ مسجدیں تو عبادتِ الٰہی کے لیے بنائی گئی ہیں، مسجد میں بلند آواز سے گفتگو کرنے کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کتنا ناپسند کرتے ہیں، اس کا اس روایت سے اندازہ کیجئے۔ چنانچہ

تو تمہیں سزا دیتا

حضرت سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسجد میں کھڑا تھا کہ مجھے کسی نے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت سیدنا فاروق اعظم تھے' انہوں نے مجھے سے اشارہ کر کے فرمایا: ان دو شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں کو لے آیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے استفسار فرمایا: تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ عرض کی: ہم طائف سے۔ فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا (کیونکہ) تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۸' حدیث: ۴۷)

مباح کلام نیکیوں کو کھا جاتا ہے

حضرت سیدنا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محقق علی الاطلاق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

مسجد میں مباح (یعنی جائز) بات کرنا مکروہ (تحریمی) ہے اور نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار' باذنِ پروردگار دو جہاں کے مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا (لاتا) ہے۔

قبر میں اندھیرا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا روایات کو بار بار پڑھیے! اللہ عزوجل کے خوف سے لرزیئے! کہیں ایسا نہ ہو کہ مسجد میں داخل تو ہوئے ثواب کمانے' مگر خوب ہنس بول کر نیکیاں برباد کر کے باہر نکلے کہ مسجد میں دنیا کی جائز بات بھی نیکیوں کو کھا جاتی ہے' لہٰذا مسجد میں پُرسکون اور خاموش رہیے' بیان بھی کریں یا سنیں تو سنجیدگی کے ساتھ کہ کوئی ایسی بات نہ ہو' جس سے لوگوں کو ہنسی آئے۔ نہ خود ہنسیے نہ لوگوں کو ہنسنے دیجیے کہ مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا لاتا ہے' ہاں ضرورتاً مسکرانا منع نہیں' مسجد کے احترام کا ذہن بنانے کے

لیے دعوتِ اسلامی کے مدنی قافلوں میں سفر کا معمول بنائیے۔ آپ کی ترغیب کے لیے ایک مدنی بہار گوش گزار کرتا ہوں۔ چنانچہ

مفتی دعوتِ اسلامی کا اعتکاف

حویلیاں کینٹ (سرحد، پاکستان) کے ایک اسلامی بھائی، عمر ۵۲ سال کا کچھ اس طرح بیان ہے: میں سرتاپا گناہوں میں ڈوبا ہوا تھا، بچے جوان ہو چکے تھے، پھر بھی فیشن کا بھوت نہیں اُترتا تھا، ماہِ رمضان المبارک میں بابُ المدینہ، کراچی سے تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے عاشقانِ رسول کا ۳ دن کا مدنی قافلہ حویلیاں تشریف لایا۔ اس مدنی قافلے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں دعوتِ اسلامی کے مجلسِ شوریٰ کے رُکن مفتی دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق عطاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، میرے بڑے صاحبزادے مجھے مدنی قافلے والے عاشقانِ رسول سے ملوانے لے گئے۔ مفتی دعوتِ اسلامی کی انفرادی کوشش سے میں اُن کے مدنی قافلے کے ساتھ آخری عشرہ میں معتکف ہو گیا۔ مفتی دعوتِ اسلامی کے حُسنِ اخلاق نے میرا دل جیت لیا۔ دیگر عاشقانِ رسول نے بھی مجھ پر انفرادی کوشش کی، حتیٰ کہ مجھ سا سخت دل بھی موم ہو گیا اور الحمدللہ عزوجل! میرے قلب میں مدنی انقلاب برپا ہو گیا۔ میں نے فیشن سے منہ موڑا، سنتوں سے رشتہ جوڑا، داڑھی منڈانا چھوڑا، بُرائیوں سے ناطہ توڑا اور بھرپور طریقے پر مدنی ماحول سے تعلق جوڑا۔ الغرض! میں نے گناہوں سے توبہ کر لی، داڑھی رکھ لی اور عمامہ شریف کا تاج سر پر سجا لیا، اب میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو بھی سنت معلوم ہو جائے، اس پر عمل کروں۔ یہ بیان دیتے وقت الحمدللہ عزوجل دعوتِ اسلامی کی مدنی ماحول کی دھومیں مچانے کے لیے تنظیمی طور پر حلقہ سطح کا ذمہ دار ہوں۔

مفتی دعوتِ اسلامی نے بعد وفات بھی مدنی قافلے کی دعوت دی

مفتی دعوتِ اسلامی کی بھی کیا بات ہے! مدنی ماحول میں رہ کر انہوں نے مدنی قافلوں میں خوب سفر کیا اور بے شمار اسلامی بھائیوں کی اصلاح کر کے اپنے لیے ثواب

جاریہ کا ذخیرہ جمع کر کے ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ (۲۰۰۶۔۲۔۱۷) کو بعد نمازِ جمعہ رحلت فرمائی اور اب دنیا سے جانے کے بعد بھی خواب میں آ کر انفرادی کوشش کے ذریعے ایک اسلامی بھائی کو مدنی قافلے کا مسافر بنا دیا اور پھر مدنی قافلے میں پہنچ کر بھی اُس کو جلوہ دکھایا' باذنِ پروردگار عزوجل مثانے کے مرض سے چھٹکارا دلایا۔ چنانچہ ایک اسلامی بھائی کا بیان ہے کہ میرے مثانے میں کچھ عرصہ سے تکلیف تھی' میں نے خواب میں حضرت قبلہ مفتی دعوتِ اسلامی محمد فاروق عطاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی' انہوں نے مجھے مدنی قافلے میں سفر کا حکم دیا' میں نے سفر کی نیت کر لی۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ میں سفر نہ کر سکا' ۲۴ جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ کو میں نے تین روزہ مدنی قافلے میں عاشقانِ رسول کے ساتھ سنتوں بھرا سفر اختیار کیا۔ قافلے والی مسجد میں جا کر جب لیٹا تو مفتی فاروق رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے' اُس وقت آپ پردے میں پردہ کیے (یعنی گود میں چادر پھیلا کر رانیں چھپائے) تشریف فرما تھے اور کچھ ملفوظات سے نواز رہے تھے' جو میں سمجھ نہ پایا' جب سے مدنی قافلے سے واپس آیا ہوں' یہ بیان دیتے ہوئے تقریباً ایک ہفتہ ہو چکا ہے کہ الحمدللہ عزوجل! مجھے مثانے کی تکلیف سے نجات مل چکی ہے۔

فنائے مسجد اور معتکف

سامعین محترم! فنائے مسجد میں جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا' معتکف بغیر کسی ضرورت کے بھی فنائے مسجد میں جا سکتا ہے۔ فنائے مسجد سے مراد وہ جگہیں ہیں جو احاطۂ مسجد (عرفِ عام میں جس کو مسجد کہا جاتا ہے) میں واقع ہوں اور مسجد کی مصالح یعنی ضروریاتِ مسجد کے لیے ہوں' جیسے منارہ' وضو خانہ' استنجاء' غسل خانہ' مسجد سے متصل مدرسہ' مسجد سے متصل امام و مؤذن وغیرہ کے حجرے' جوتے اتارنے کی جگہ وغیرہ' یہ مقامات بعض معاملات میں حکمِ مسجد میں اور بعض معاملات میں خارجِ مسجد' مثلاً یہاں پر جنبی (یعنی جس پر غسل فرض ہو) جا سکتا ہے۔ اسی طرح اقتداء اور اعتکاف کے معاملے میں یہ مقامات حکمِ مسجد میں ہیں' معتکف بلا ضرورت بھی یہاں جا سکتا ہے' گویا وہ مسجد ہی

کے کسی ایک حصے میں گیا۔

معتکف فنائے مسجد میں جا سکتا ہے

حضرت صدرالشریعہ' صاحبِ بہارِ شریعت حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر' اس سے ملحق ضروریاتِ مسجد کے لیے ہے' مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ' ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ مزید آگے فرماتے ہیں: فنائے مسجد اس معاملے میں حکمِ مسجد میں ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۳۹۹)

اسی طرح منارہ بھی فنائے مسجد ہے' اگر اس کا راستہ مسجد کی چار دیواری (باؤنڈری وال) کے اندر ہو تو معتکف بلا تکلف اس پر جا سکتا ہے اور اگر مسجد کے باہر سے راستہ ہو تو صرف اذان دینے کے لیے جا سکتا ہے کہ اذان دینا حاجتِ شرعی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد حدودِ مسجد کے اندر ہیں' ان میں راستہ فاصل نہیں' صرف ایک فصیل (یعنی دیوار) سے صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں' یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کا جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ (یعنی حصہ) ہے۔

ردالمختار ج ۳ ص ۴۳۶' میں ''بدائع الصنائع'' کے حوالے سے ہے: اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بلا اختلاف اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ (معتکف کے لیے) مسجد ہی کے حکم میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۲۵۳)

دیکھا آپ نے! میرے آقا اعلیٰ حضرت' امامِ اہلِ سنت' ولیٔ نعمت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد سے متعلق مدارس میں بھی معتکف کے لیے بغیر حاجتِ شرعی جانے کو جائز رکھا اور ان مدارس کو اس معاملے میں مسجد ہی کا ایک قطعہ (یعنی حصہ) قرار دیا۔

مسجد کی چھت پر چڑھنا

صحن' مسجد کا حصہ ہے لہٰذا معتکف کو صحنِ مسجد میں آنا جانا' بیٹھے رہنا مطلقاً جائز ہے' مسجد کی چھت پر بھی آ جا سکتا ہے' لیکن یہ اس وقت ہے کہ چھت پر جانے کا راستہ مسجد کے اندر سے ہو' اگر اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں احاطۂ مسجد سے باہر ہوں تو معتکف نہیں جا سکتا' اگر جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا' یہ بھی یاد رہے کہ معتکف غیر معتکف دونوں کو مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے کہ یہ بے ادبی ہے۔

معتکف کے مسجد سے باہر نکلنے کی صورتیں

اعتکاف کے دوران دو وجوہات کی بناء پر (احاطۂ) مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے:

(۱) حاجتِ شرعی (۲) حاجتِ طبعی

(۱) حاجتِ شرعی

حاجتِ شرعی یعنی جن احکام و اُمور کی ادائیگی شرعاً ضروری ہے اور معتکف اعتکاف گاہ میں ان کو ادا نہ کر سکے' ان کو حاجت شرعی کہتے ہیں' مثلاً نماز جمعہ اور اذان وغیرہ

حاجت شرعی کے متعلق ۳ مسئلے

(۱) اگر منارے کا راستہ خارج (یعنی احاطۂ مسجد سے باہر) ہو تو بھی اذان کے لیے معتکف بھی جا سکتا ہے کیونکہ اب یہ مسجد سے نکلنا حاجت شرعی کی وجہ سے ہے۔

(درالمختار ج ۳ ص ۴۳۶)

(۲) اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کر رہا ہو جس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو معتکف کے لیے اس مسجد سے نکل کر جمعہ کی نماز کے لیے ایسی مسجد میں جانا جائز ہے' جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔ اور اپنی اعتکاف گاہ سے اندازاً ایسے وقت میں نکلے کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے وہاں پہنچ کر چار رکعت سنت پڑھ سکے اور نمازِ جمعہ کے بعد اتنی دیر مزید ٹھہر سکے کہ چار یا چھ رکعت پڑھ لے اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرا رہا بلکہ باقی اعتکاف اگر وہیں پورا کر لیا تو تب بھی اعتکاف نہیں ٹوٹے گا' لیکن نمازِ جمعہ

کے بعد چھ رکعت سے زیادہ ٹھہرنا مکروہ ہے۔ (درمختار ردالمحتار ج۲ ص ۴۳۷)

(۳) اگر اپنے محلے کی ایسی مسجد میں اعتکاف کیا' جس میں جماعت نہ ہوتی ہو تو اب جماعت کے لیے نکلنے کی اجازت نہیں' کیونکہ اب افضل یہی ہے کہ بغیر جماعت ہی اس مسجد میں نماز ادا کی جائے۔ (ردالمحتار ج۲ ص ۲۲۲)

(۲) حاجتِ طبعی

حاجت طبعی یعنی وہ ضرورت جس کے بغیر چارہ نہ ہو' مثلاً پیشاب' پاخانہ وغیرہ۔

حاجت طبعی کے متعلق چھ مسئلے

(۱) احاطہ مسجد میں اگر پیشاب وغیرہ کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہ ہو تو پھر ان چیزوں کے لیے مسجد سے نکل کر جاسکتے ہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار ج۲ ص ۴۳۵)

(۲) اگر مسجد میں وضو خانہ یا حوض وغیرہ نہ ہو تو مسجد سے وضو کے لیے جاسکتے ہیں' لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب کسی لگن یا ٹب میں اس طرح وضو کرنا ممکن نہ ہو کہ وضو کے پانی کی کوئی چھینٹ (اصلاً) مسجد میں نہ پڑے۔ (ردالمحتار ج۲ ص ۴۳۰)

(۳)

(۴) قضائے حاجت کے لیے اگر گھر گئے تو طہارت کر کے فوراً چلے آیئے' ٹھہرنے کی اجازت نہیں اور اگر آپ کا مکان مسجد سے دور ہے اور آپ کے دوست کا مکان قریب' تو یہ ضروری نہیں کہ دوست کے یہاں قضائے حاجت کو جائیں' بلکہ اپنے مکان پر بھی جاسکتے ہیں اور اگر خود آپ کے اپنے دو مکان ہیں' ایک نزدیک دوسرا دور' تو نزدیک والے مکان میں جایئے۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دور والے مکان میں جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

(۵) عام طور پر نمازیوں کی سہولت کے لیے مسجد کے احاطے میں بیت الخلاء' غسل خانہ' استنجاء خانہ اور وضو خانہ ہوتا ہے' لہٰذا معتکف انہیں کو استعمال کرے۔

(۶) بعض مساجد میں استنجاء خانوں' غسل خانوں وغیرہ کے لیے راستہ احاطہ مسجد (یعنی

فنائے مسجد کے بھی) باہر سے ہوتا ہے' لہٰذا ان استنجاء خانوں اور غسل خانوں وغیرہ میں حاجت طبعی کے علاوہ نہیں جاسکتے۔

اعتکاف توڑنے والی چیزوں کا بیان

اب ان باتوں کا بیان ہوتا ہے جن کے کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے' جہاں جہاں مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ٹوٹنے کا حکم ہے' وہاں احاطۂ مسجد (یعنی عمارت مسجد کی باؤنڈری وال) سے نکلنا مراد ہے۔ اُم المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں: معتکف کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عیادت کو جائے' نہ کسی کے جنازے میں شامل ہو' نہ کسی عورت کو چھوئے' نہ کسی کے ساتھ ملاپ کرے اور نہ ہی ہرگز ضرورت کے سوا کسی بھی ضرورت کے لیے باہر جائے۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۲ ۷ حدیث: ۲۴۷۳)

اعتکاف قضاء کرنے کا طریقہ

آپ نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا اور کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تو دس دن کی قضاء کرنا ضروری نہیں' آپ کے ذمہ صرف اس ایک دن کی قضاء ہے' جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے' اگر ماہِ رمضان شریف کا دن ابھی باقی تھے تو ان میں بھی قضاء ہو سکتی ہے' اگر رمضان شریف گزر گیا' پھر بھی کسی دن قضاء کر لیجئے اور اس میں روزہ بھی رکھئے۔ مگر عید الفطر اور ذوالحجۃ الحرام کی دسویں تا تیرھویں کے علاوہ کہ ان پانچ دنوں کے روزے مکروہ تحریمی ہیں۔ قضاء کا طریقہ یہ ہے کہ کسی دن غروبِ آفتاب کے وقت (بلکہ احتیاط اس میں ہے) کہ چند منٹ مزید قبل ہے' بہ نیت قضاء اعتکاف مسجد میں داخل ہو جایئے اور اب جو دن آئے گا' اس کے غروبِ آفتاب تک معتکف رہیے۔ اس میں روزہ شرط ہے۔

اعتکاف کا فدیہ

اگر قضاء کرنے کی مہلت ملنے کے باوجود قضاء نہ کی اور موت کا وقت آ پہنچا تو وارثوں کو وصیت کرنا واجب ہے کہ وہ اس اعتکاف کے بدلے فدیہ ادا کریں اور اگر

وصیت نہ کی اور ورثاء فدیہ کی ادائیگی کی اجازت دے دیں۔ (الفتاویٰ ہندیہ ج ص ۲۱۲ کوئٹہ)

فدیہ ادا کرنا زیادہ مشکل نہیں، اعتکاف کے فدیے کو نیت سے کسی مستحق زکوٰۃ کو صدقہ فطر کی مقدار میں (یعنی تقریباً دو کلو ۵۰ گرام) گیہوں سے یا اس کی رقم ادا کر دیجئے۔

اعتکاف توڑنے کی توبہ

اگر اعتکاف کسی مجبوری کے تحت توڑا تھا یا بھولے سے ٹوٹا تو گناہ نہیں اور اگر جان بوجھ کر بغیر کسی بھی مجبوری کے توڑا تھا تو یہ گناہ ہے، لہٰذا قضاء کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کیجئے اور جب بھی گناہ سرزد ہو جائے، اس کی توبہ کرنا واجب ہے۔ اور توبہ بلا تاخیر کرنی چاہیے۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، دونوں گالوں پر چند بار چپت مار لینے کا نام توبہ نہیں، بلکہ اس خاص گناہ کا نام لے کر اس پر شرمندگی کے ساتھ گڑگڑا کر اللہ عزوجل کے حضور معافی طلب کیجئے اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا سچا عہد بھی کیجئے، توبہ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس گناہ سے دل میں بیزاری بھی ہو۔

مشہور بینڈ پارٹی کے مالک کی توبہ

سامعین محترم! تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول میں آکر بے شمار بگڑے ہوئے افراد راہِ راست پر آکر نمازوں اور سنتوں کے پابند ہو گئے، اس ضمن میں ایک مشکبار مدنی بہار ملاحظہ فرمائیے! چنانچہ مند سور شہر (M.P) الہند) کے ایک نوجوان کی بینڈ باجے کی پارٹی اپنے شہر کی مشہور بینڈ پارٹی مانی جاتی تھی، ایک مبلغ دعوتِ اسلامی کی انفرادی کوشش کے نتیجے میں اُس نے آخری عشرہ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ میں عاشقانِ رسول کے ساتھ اعتکاف کیا، تربیتی حلقوں میں گناہوں کی تباہ کاریاں سن کر اس کا دل چوٹ کھا گیا، عاشقان کی صحبت رنگ لائی، اُس نے سابقہ گناہوں سے توبہ کر لی، داڑھی سجانے اور عاشقانِ رسول کے ساتھ ۳۰ دن کے مدنی قافلے میں سفر پر جانے کی نیت کی۔ الحمدللہ عزوجل! انہوں نے بینڈ باجے بجانے کا گناہوں بھرا احرام روزگار ترک کر دیا۔

چوٹ کھا جائے گا اک نہ اک روز دل
مدنی ماحول میں کر لو تم اعتکاف
فضلِ رب عزوجل سے ہدایت بھی مل جائے گی
مل مدنی ماحول میں کر لو تم اعتکاف

صلوا علی الحبیب! صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی محمد

معتکفین کے لیے ضرورت کی اشیاء

(۱) یکسوئی حاصل کرنے اور حفاظت سامان کے لیے اگر پردہ لگانا ہو تو حسبِ ضرورت کپڑے (سبز ہو تو خوب) ڈوری اور بکسوئے (سیفٹی پنیں) (۲) کنزالایمان شریف (۳) سوئی دھاگا (۴) قینچی (۵) تسبیح (۶) مسواک (۷) سُرمہ سلائی (۸) تیل کی شیشی (۹) کنگھا (۱۰) آئینہ (۱۱) عطر (۱۲) دو جوڑے کپڑے (۱۳) تہبند (۱۴) عمامہ شریف بمع ٹوپی و سر بند (۱۵) گلاس (۱۶) رکابی (۱۷) پیالہ (مٹی کا ہو تو خوب) (۱۸) کپ ساسر (۱۹) تھرماس (۲۰) دسترخوان (۲۱) دانتوں کے خلال کے لیے تنکے (۲۲) تولیہ (۲۳) (غسل کے لیے احتیاطاً) بالٹی اور ڈونگا (۲۴) ہاتھ کا رومال (۲۵) چھری (۲۶) قلم (۲۷) غیر ضروری باتوں کی عادت نکالنے کی خاطر لکھ کر گفتگو کرنے کے لیے قفلِ مدینہ کا پیڈ (۲۸) مطالعہ کے لیے فیضانِ سنت اور حسبِ ضرورت اسلامی کتابیں (۲۹) مدنی انعامات کا فارم (۳۰) ڈائری (۳۱) جائے استنجاء خشک کرنے کے لیے ضرورت ہو تو درزی کی بے قیمت کترن یا ٹشو پیپرز (۳۲) سونے کے لیے چٹائی، ایسی چٹائی کا استعمال مسجد میں جائز نہیں جس سے مسجد میں تنکے جھڑیں اور کوڑا ہو (۳۳) ضرورت ہو تو تکیہ (۳۴) اوڑھنے کے لیے چادر یا کمبل (۳۵) پردے میں پردہ کرنے کے لیے چادر (۳۶) دردِ سر، نزلہ، بخار وغیرہ کے لیے ٹکیاں وغیرہ۔

خطاب ٦:

عیدالفطر کی بہاریں

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب نے رمضان شریف کے مبارک مہینہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۹۱، حدیث: ۱۸۸۷)

معلوم ہوا کہ رمضان المبارک رحمت و مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ ہے، لہٰذا اس برکتوں والے مہینے کے فوراً بعد اس میں عیدِ سعید کی خوشی منانے کا موقع فراہم کیا گیا اور عیدالفطر کے روز خوشی کا اظہار کرنا مستحب ہے، لہٰذا ہمیں اللہ کے فضل و رحمت پر ضرور اظہارِ مسرت کرنا چاہیے کہ اللہ عزوجل کے فضل و رحمت پر خوشی کرنے کی ترغیب تو ہمیں خود اللہ عزوجل کا سچا کلام بھی دے رہا ہے۔ چنانچہ سورۂ یونس کی آیت: ۵۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔

ترجمہ کنزالایمان: "تم فرماؤ اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اس کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں"۔

ہم عید کیوں نہ منائیں؟

دیکھئے جب کوئی ملک کسی ظالم حکومت کے چنگل سے آزادی پاتا ہے تو ہر سال ماہ کی اُسی تاریخ کو اس کی یادگار کے طور پر "جشنِ آزادی" منایا جاتا ہے۔ نیز جب کوئی طالب علم امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ کس قدر خوش ہوتا ہے۔ ماہِ رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں کے تو کیا کہنے! یہ تو وہ "عظیم الشان" مہینہ ہے جس میں

بنی نوح انسان کی فلاح و بہبود، اصلاح وترقی اُخروی کے لیے ایک خدائی قانون، یعنی قرآن مجید نازل ہوا، یہ وہ مہینہ ہے جس میں ہر مسلمان کی حرارتِ ایمان کا امتحان لیا جاتا ہے، پس زندگی کا ایک بہترین دستور العمل پا کر اور ایک مہینے کے سخت امتحان میں کامیاب ہو کر ایک ایک مسلمان کا خوش ہونا فطری بات ہے۔

معافی کا اعلانِ عام

حضراتِ محترم! اللہ عزوجل کا کرم بالائے کرم ہے کہ اس نے ماہِ رمضان المبارک کے فوراً ہی بعد ہمیں عید الفطر کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا، اس عید سعید کی بے حد فضیلت ہے، چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب عید الفطر کی مبارک رات تشریف لاتی ہے تو اسے لیلۃ الجائزہ، یعنی انعام کی رات کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ اپنے معصوم فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے، چنانچہ وہ فرشتے زمین پر تشریف لا کر سب گلیوں اور راہوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس طرح نداء دیتے ہیں: اے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس ربِ کریم کی بارگاہ کی طرف چلو! بہت ہی زیادہ عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑا گناہ معاف فرمانے والا ہے، پھر اللہ اپنے بندوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے: اے میرے بندو! مانگو! کیا مانگتے ہو؟ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے روز اس (نمازِ عید کے) اجتماع میں اپنی آخرت کے بارے میں جو کچھ سوال کرو گے، وہ پورا کروں گا اور جو کچھ دنیا کے بارے میں مانگو گے، اس میں تمہاری بھلائی کی طرف نظر فرماؤں گا، یعنی اس معاملے میں میں وہ کروں گا جس میں تمہاری بھلائی کروں گا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا لحاظ رکھو گے میں بھی تمہاری خطاؤں پر پردہ پوشی فرماتا رہوں گا، میری عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں حد سے بڑھنے والوں کے ساتھ رُسوا نہ کروں گا، بس اپنے گھروں کی طرف مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۰، حدیث: ۲۳)

دل زندہ رہے گا

نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان، محبوبِ رحمٰن عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ برکت نشان ہے: جس نے عیدین کی رات (یعنی شبِ عید الفطر اور شبِ عید الاضحیٰ) طلبِ ثواب کے لیے قیام کیا، اُس دن اُس کا دل نہیں مرے گا، جس دن (لوگوں کے) دل مرجائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۶۵، حدیث: ۱۷۸۲)

جنت واجب ہوجاتی ہے

ایک اور مقام پر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے، ذی الحجہ شریف کی آٹھویں، نویں اور دسویں رات (اس طرح تین راتیں تو یہ ہوئیں) اور چوتھی عید الفطر کی رات پانچویں شعبان المعظم کی پندرھویں رات (یعنی شبِ براءت)۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۸، حدیث: ۲)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ طویل حدیث پاک ہے، اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ عید کے روز معصوم فرشتے اللہ عزوجل کی خطاؤں اور بخششوں کا اعلان کرتے ہیں اور اللہ عزوجل بھی بے حد کرم فرماتا ہے اور اپنی عنایت و رحمت سے نمازِ عید کے لیے جمع ہونے والے مسلمانوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ مزید برآں اللہ عزوجل کی طرف سے یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ جسے جو کچھ دنیا و آخرت کی خیر مانگنی ہے، وہ سوال کرے اس پر ضرور کرم کیا جائے گا، کاش! ایسے مانگنے کے موقع پر ہمیں مانگنا آجائے کیونکہ عموماً لوگ صرف دنیا کی خیر، روزی میں برکت اور نہ جانے کیا کیا دنیا کے معاملات پر سوال کرتے ہیں، دنیا کی خیر کے ساتھ ساتھ آخرت کی خیر زیادہ مانگنی چاہیے۔

کوئی سائل مایوس نہیں جاتا

حضراتِ محترم! غور تو فرمایئے! عید الفطر کا دن کس قدر اہم ترین دن ہے، اس دن اللہ رب العزت عزوجل کی رحمت نہایت ہی جوش پر ہوتی ہے۔ دربارِ خداوندی عزوجل

سے کوئی سائل مایوس نہیں لوٹایا جاتا۔ایک طرف اللہ عزوجل کے نیک بندے اللہ عزوجل کی بے پایاں رحمتوں اور بخششوں پر خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف مؤمنوں پر اللہ عزوجل کی اتنی کرم نوازیاں دیکھ کر انسان کا بدترین دشمن شیطان آگ بگولہ ہوجاتا ہے۔چنانچہ

شیطان کی بدحواسی

حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی عید آتی ہے' شیطان چلاّ چلاّ کر روتا ہے' اس کی بدحواسی دیکھ کر تمام شیاطین اس کے گرد جمع ہوکر پوچھتے ہیں: اے آقا! آپ کیوں غضب ناک اور اُداس ہیں؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! اللہ عزوجل نے آج کے دن اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا' لہٰذا تم انہیں لذات اور نفسانی خواہشات میں مشغول کردو۔(مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۸)

کیا شیطان کامیاب ہے؟

اے میرے دوستو! دیکھا آپ نے کہ شیطان پر عید کا دن کس قدر گراں گزرتا ہے' لہٰذا وہ اپنی ذریت کو حکم صادر کردیتا ہے کہ تم مسلمانوں کو لذاتِ نفسانی میں مشغول کردو۔ آہ! فی زمانہ شیطان اپنے اس وار میں کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے۔آہ! صد آہ! عید کی آمد پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عبادات وحسنات کی کثرت و بہتات کرکے اللہ رب العزت عزوجل کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کیا جائے' مگر افسوس اب تو عقیدہ منانے کا یہ انداز ہوگیا ہے کہ بے ہودہ قسم کے اُلٹے سیدھے ڈیزائن والے بلکہ معاذ اللہ عزوجل جانداروں تک کی تصاویر والے بھڑکیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔(بہارِ شریعت میں ہے کہ جانور یا انسان کی تصویر والا لباس پہن کر مکروہِ تحریمی (یعنی قریب بہ حرام) ہے' ایسے کپڑے تبدیل کرکے یا اوپر دوسرا کوئی لباس پہن کر نماز دوبارہ ادا کرنا واجب ہے' نماز کے علاوہ بھی جاندار کی تصویر والا کپڑا پہننا جائز ہے)۔

(خلاصہ بہارِ شریعت حصہ ۳ ص ۱۴۱۔۱۴۲)

رقص وسُرور کی محفلیں گرم کی جاتی ہیں' بے ڈھنگے میلوں' گندے کھیلوں' ناچ گانوں اور فلموں' ڈراموں کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جی کھول کر وقت و دولت دونوں کو خلافِ سنت وشریعت افعال میں برباد کیا جاتا ہے۔ افسوس! صد ہزار افسوس! اب اس مبارک دن کو کس قدر غلط کاموں میں گزارا جانے لگا ہے' میرے اسلامی بھائیو! ان خلافِ شرع باتوں کے سبب ہوسکتا ہے کہ یہ عید سعید ناشکروں کے لیے ''یومِ وعید'' بن جائے۔ للہ! اپنے حال پر رحم کھایئے! فیشن پرستی اور فضول خرچی سے باز آجائیں۔ دیکھئے تو سہی! اللہ عزوجل نے فضول خرچوں کو قرآن پاک میں شیطان کا بھائی قرار دیا ہے' چنانچہ پارہ ۱۵' سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: ۲۶۔۲۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۶۔۲۷)

ترجمہ کنزالایمان: ''اور فضول نہ اُڑا ۝ بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب عزوجل کا بڑا ناشکرا ہے ۝''

انسان و حیوانوں کا فرق

حضراتِ محترم! دیکھا آپ نے کہ فضول خرچی کرنے کی کس قدر مذمت قرآن پاک میں وارد ہوئی ہے۔ یاد رکھئے! ان فضول خرچیوں سے ہرگز ہرگز اللہ عزوجل خوش نہیں ہوتا۔ یاد رکھئے! انسان اور حیوان میں جو مابہ الامتیاز (یعنی فرق کرنے والی چیز) ہے' وہ عقل وتدبیر' دور بینی اور دور اندیشی ہے۔ عموماً حیوان کو ''کل'' کی فکر نہ تھی اور عام طور پر اُس کی کوئی حرکت کسی حکمت عملی کے تحت نہیں ہوتی' برخلاف اور انسانوں کے کہ انہیں نہ صرف کل ہی کی بلکہ مسلمان کو تو اس دنیوی زندگی کے بعد والی اُخروی زندگی کی بھی فکر ہوتی ہے' پس سمجھدار انسان وہی ہے بلکہ حقیقتاً انسان ہی وہ ہے جو ''کل'' آخرت کی بھی فکر کرے اور حکمتِ عملی سے کام لے۔ مگر افسوس! آج کل حکمت عملی کا تو نام تک نہیں رہا' اس فانی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے آخرت کے لیے کوئی انتظام نہیں

کیا جاتا۔ آہ! اب تو لوگ اپنی زندگی کا مقصد مال کمانا' خوب ڈٹ کر کھانا اور پھر خوب غفلت کی نیند سو جانا ہی سمجھتے ہیں۔

کیا کہوں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
B . A کیا نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

زندگی کا مقصد کیا ہے؟

حضراتِ محترم! زندگی کا مقصد صرف بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنا' کھانا پینا اور مزے اُڑانا نہیں ہے' اللہ نے آخر ہمیں زندگی کیوں مرحمت فرمائی؟ آیئے! قرآن پاک کی خدمت میں عرض کریں کہ اے اللہ عزوجل کی سچی کتاب! تو ہی ہماری رہنمائی فرما کہ ہمارے جینے اور مرنے کا مقصد کیا؟ قرآنِ عظیم سے جواب مل رہا ہے کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

خلق الموت والحیوٰة لیبلو کم ایکم احسن عملا۔ (پ۲۹' الملک: ۲)

ترجمہ کنزالایمان: ''موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو (دنیاوی زندگی میں) تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے''۔

یعنی اس موت و حیات کو اس لیے تخلیق (پیدا) کیا گیا تا کہ آزمایا جائے کہ کون زیادہ مطیع (فرماں بردار) اور مخلص ہے۔

گھر ہی پر ولادت ہوگئی

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیطان کے وار سے بچنے کی کوشش کے ضمن میں عید کی حسین ساعتیں عاشقانِ رسول کے ساتھ مدنی قافلے میں گزاریئے۔ آپ کی ترغیب کے لیے ایک سچا واقعہ عرض کرتا ہوں: جہلم (صوبہ پنجاب' پاکستان) کے ایک اسلامی بھائی نے اس طرح بتایا کہ شادی کے کم و بیش ۶ ماہ بعد گھر میں ''اُمید'' کے آثار ظاہر کرے۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کا کیس پیچیدہ ہے' خون کی بھی کافی کمی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپریشن کرنا پڑے! میں نے اسی وقت ۳۰ دن کے لیے مدنی قافلے کا مسافر بننے کی نیت کر لی

اور چند روز کے بعد عاشقانِ رسول کے ساتھ سفر پر روانہ ہو گیا۔ الحمد للہ! مدنی قافلے کی برکت سے ایسا کرم ہو گیا کہ نہ ہسپتال جانے کی نوبت آئی اور نہ ہی ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت پڑی، گھر ہی میں خیریت سے مدنی منّے کی ولادت ہو گئی۔

گھر میں اُمید ہو اس کی تمہید ہو
جلد ہی چل پڑیں قافلے میں چلو
زچہ کی خیر ہو بچہ کی خیر ہو
اُٹھئے ہمت کریں قافلے میں چلو

صلوا علی الحبیب! صلی اللہ تعالٰی علٰی محمد

عید کس کے لیے ہے؟

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرشار دیوانو! سچی بات تو یہی ہے کہ عید ان خوش بخت مسلمانوں کا حصہ ہے جنہوں نے ماہِ محترم رمضان مبارک کو روزوں، نمازوں اور دیگر عبادتوں میں گزارا۔ تو یہ عید ان کے لیے اللہ کی طرف سے مزدوری ملنے کا دن ہے، ہمیں تو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ آہ! محترم ماہ کا ہم حق ادا ہی نہ کر سکے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عید

عید کے دن چند حضرات مکانِ عالی شان پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دروازہ بند کر کے زار و قطار رو رہے ہیں، لوگوں نے حیران ہو کر عرض کی: یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! آج تو عید ہے جو کہ خوشی منانے کا دن ہے، خوشی کی جگہ یہ رونا کیسا؟ آپ نے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: "ھذا یوم العید وھذا یوم الوعید" یعنی اے لوگو! یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی۔ آج جس کے نماز و روزہ مقبول ہو گئے، بلا شبہ اس کے لیے آج عید کا دن ہے، لیکن آج جس کے نماز و روزہ کو رد کر کے اس کے منہ پر مار دیا گیا ہو اس کے لیے تو آج وعید ہی کا دن ہے اور میں تو اس خوف سے رو رہا ہوں کہ آہ!

انا لا ادری امن المقبولین ام من المطرودین۔

یعنی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں مقبول ہوا ہوں یا رد کر دیا گیا ہوں۔

عید کے دن عمر رضی اللہ عنہ یہ رو رو کر

بولے نیکوں کی عید ہوتی ہے

اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

ہماری خوش فہمی

اللہ اکبر! محبت والو! ذرا سوچئے! خوب غور فرمایئے! وہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جن کو مالک جنت تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہری ہی میں جنت کی بشارت عنایت فرما دی تھی' خوفِ خداوندی کا آپ پر کس قدر غلبہ تھا کہ صرف یہ سوچ سوچ کر تھرا گئے تھے کہ نہ معلوم میری رمضان المبارک کی طاعتیں قبول ہوئیں یا نہیں! سبحان اللہ! عید الفطر کی خوشی منانا' جن کا حقیقی حق تھا' ان کے خوف و خشیت کا تو یہ عالم ہوا اور ہم جیسے نکمے اور باتونی لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نیکی کے "ن" کے نقطے تک تو پہنچ نہیں پاتے مگر خوش فہمی کا حال یہ ہے کہ کب ہم جیسا نیک اور پارسا تو شاید اب کوئی رہا ہی نہ ہو۔ اس رقت انگیز حکایت سے ان نادانوں کو خصوصاً درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیے جو اپنی عبادت پر ناز کرتے ہوئے پھولے نہیں سماتے اور نیک اعمال مثلاً نماز' روزہ' حج' مساجد کی خدمت خلق' خدا کی مدد اور سماجی فلاح و بہبود وغیرہ کاموں کا ہر جگہ اعلان کرتے پھرتے' ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے' بلکہ اپنے نیک کاموں کی معاذ اللہ اخبارات و رسائل میں تصاویر تک چھپوانے سے گریز نہیں کرتے۔ آہ! ان کا ذہن کس طرح بنایا جائے! ان کو تعمیری اور اخلاقی سوچ کس طرح فراہم کی جائے! انہیں کس طرح باور کرایا جائے کہ اس طرح بلاضرورت اپنی نیکیوں کا اعلان کرنے میں ریاکاری کی آفت میں پڑنے کا خدشہ ہے' ایسا کرنے سے بعض صورتوں میں نہ صرف اعمال برباد ہوتے ہیں' بلکہ ریاکاری میں سراسر جہنم کی حقداری ہے اور اپنا فوٹو چھپوانا؟ توبہ! توبہ! ریاکاری اپنے

اعمال کی نمائش کا اتنا شوق کہ فوٹو جیسے حرام ذریعے کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ اللہ عزوجل ریا کاری کی تباہ کاری، میں میں کی مصیبت اور انانیت کی آفت سے ہم مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

شہزادے کی عید

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عید کے دن اپنے شہزادے کو پرانی قمیص پہنے دیکھا تو رو پڑے، بیٹے نے عرض کیا: پیارے ابا جان! کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: میرے لال! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے تجھے پرانی قمیص میں دیکھیں گے تو تمہارا دل ٹوٹ جائے گا۔ بیٹے نے جواباً عرض کی: دل تو اس کا ٹوٹے جو رضائے الٰہی کے کام میں ناکام رہا ہو، یا جس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی، مجھے اُمید ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی رضامندی کے طفیل اللہ بھی مجھ سے راضی ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہزادے کو گلے لگا لیا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ (ماخوذ از مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۸) اللہ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

شہزادے کی عید

اُم المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عید سے ایک دن قبل آپ رضی اللہ عنہ کی شہزادیاں حاضر ہوئیں اور بولیں: بابا جان! کل عید کے دن ہم کون سے کپڑے پہنیں گی؟ فرمایا: یہی کپڑے جو تم نے پہن رکھے ہیں، انہیں دھو لو کل پہن لینا۔ نہیں! بابا جان! آپ ہمیں نئے کپڑے بنوا دیجئے! بچیوں نے ضد کرتے ہوئے کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری بچیو! عید کے دن اللہ رب العزت کی عبادت کرنے، اس کا شکر بجالانے کا دن ہے، نئے کپڑے پہننا ضروری تو نہیں۔ بابا جان! آپ کا فرمانا بے شک درست ہے، لیکن ہماری سہیلیاں ہمیں طعنے دیں گی کہ تم امیر المؤمنین کی لڑکیاں ہو اور عید کے روز بھی وہی پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں! یہ کہتے

ہوئے بچیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بچیوں کی باتیں سن کر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خازن (وزیر مالیات) کو بلا کر فرمایا: مجھے میری ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لا دو۔ خازن نے عرض کیا: حضور! آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہیں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جزاک اللہ! تو نے بے شک عمدہ اور صحیح بات کہی۔ خازن چلا گیا' آپ رضی اللہ عنہ نے بچیوں سے فرمایا: پیاری بیٹیوں! اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر اپنی خواہشات کو قربان کر دو۔ (معدنِ اخلاق' حصہ اوّل' ص ۲۵۷۔۲۵۸) اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

عید صرف اُجلے لباس پہننے کا نام نہیں!

سامعین محترم! دیکھا آپ نے کہ گزشتہ دونوں حکایات سے ہمیں یہی درس ملا کہ اُجلے کپڑے پہن لینے کا نام ہی عید نہیں۔ اس کے بغیر بھی عید منائی جا سکتی ہے۔ اللہ اکبر عزوجل! امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کس قدر غریب و مسکین خلیفہ تھے' اتنے بڑی سلطنت کے حاکم ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی رقم جمع نہ کی تھی' آپ رضی اللہ عنہ کے خازن بھی کس قدر دیانتدار تھے اور انہوں نے کیسے خوبصورت انداز میں پیشگی تنخواہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس حکایت سے ہم سب کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے اور پیشگی تنخواہ یا اُجرت لینے سے پہلے خوب اچھی طرح غور کر لینا چاہیے کہ ہم جتنی مدت کی پیشگی تنخواہ لے رہے ہیں' آیا اتنی مدت تک زندہ بھی رہیں گے یا نہیں! اور اگر زندہ بھی رہ گئے تو کام کاج کے قابل بھی رہیں گے یا نہیں! ظاہر ہے انسان حادثہ یا بیماری کے باعث ناکارہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ احتیاطوں بھرا مدنی ذہن بنانے کے لیے مدنی قافلے میں سفر کی سعادت حاصل کیجئے۔ مدنی قافلے کی برکتوں کے کیا کہنے! آپ کا ایمان تازہ کرنے کے لیے مدنی قافلے کی ایک خوشگوار و مشکبار مدنی بہار پیش کرتا ہوں۔

والد مرحوم پر کرم

نشتر بستی (بابُ المدینہ' کراچی) کے ایک اسلامی بھائی نے جو کچھ بیان کیا وہ

بالتعریف عرض کرتا ہوں: میں نے اپنے والدِ مرحوم کو خواب میں انتہائی کمزوری کی حالت میں برہنہ کسی کے سہارے پر چلتا ہوا دیکھا' مجھے تشویش ہوئی' میں نے ایصالِ ثواب کی نیت سے ہر ماہ تین دن کیمدنی قافلے میں سفر کی نیت کر لی اور سفر شروع بھی کر دیا۔ تیسرے ماہ مدنی قافلے سے واپسی کے بعد جب گھر پر سویا' تو میں نے خواب میں یہ دلکش منظر دیکھا کہ والد مرحوم سبز سبز لباس زیب تن کیے بیٹھے مسکرا رہے ہیں اور ان پر بارش کی ہلکی پھلکی پھوار برس رہی ہے۔ الحمد للہ عزوجل! مدنی قافلے میں سفر کی اہمیت مجھ پر خوب اُجاگر ہوگئی اور اب پکی نیت ہے کہ ان شاء اللہ عزوجل! ہر ماہ تین دن کے لیے عاشقانِ رسول کے ساتھ سفر جاری رکھوں گا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سعادت مند بیٹے نے والدِ مرحوم کی ہمدردی میں مدنی قافلے میں سفر کی بروقت نیت کرنے کا کیسا پیارا فیصلہ کیا اور اس کو مدنی قافلے کی برکت کا کتنا زبردست نتیجہ دکھایا گیا۔ مفسرین یعنی تعبیر بیان کرنے والے علماء فرماتے ہیں: برزخ میں جھوٹ نہیں ہے' مردہ خواب میں آ کر کبھی جھوٹی خبر نہیں دے سکتا۔ نیز کہتے ہیں: مرنے والے کو خواب میں بیمار یا کمزور یا غصہ کرتا ہوا دیکھنا' اس کے عذاب میں مبتلا ہونے کی نشانی ہے جبکہ سفید یا سبز لباس میں دیکھنا راحت میں ہونے کی علامت ہے۔

کیا خواب میں یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اچھے خواب بے شک اچھے ہوتے ہیں۔ یاد رکھئے! نبی کا خواب وحی پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ غیر نبی کے خواب کی یہ حیثیت نہیں اور اس کا خواب حُجت یعنی دلیل نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے خواب میں بارگاہِ رسالت سے یہ بشارت سنی ہے کہ آپ جنتی ہیں۔ اس سے قطعی جنتی ہونا مراد نہیں لیا جائے گا کیونکہ معاملہ ثواب کا ہے۔ بے شک اللہ عزوجل کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے خواب میں دیکھا' اس نے حق دیکھا کہ شیطان' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ میں نہیں آ سکتا' جو

بات ارشاد فرمائیں وہ بھی حق، حق اور حق کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا، تاہم خواب میں چونکہ حواسِ مضمحل (یعنی کمزور) ہوتے ہیں، اس لیے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو کچھ فرمایا گیا وہ خواب دیکھنے والے نے حرف بہ حرف درست سنا، سننے اور سمجھنے میں غلط فہمی کا ہر امکان موجود ہے، لہٰذا خواب میں دیئے ہوئے حکم پر عمل کرنے سے پہلے حکمِ شریعت کو دیکھنا ہوگا۔ اگر خواب والی بات شریعت سے نہیں ٹکراتی تو بے شک اس پر عمل کیا جا سکتا ہے، تاہم خواب میں ملے ہوئے حکم پر عمل کرنا شرعاً واجب نہیں اور اگر وہ بات ہی خلافِ شرع ہو تو عمل نہیں کیا جائے گا، اس بات کو اس مثال سے سمجھئے جس میں......

خواب سے شراب نوشی کا حکم دیا یا منع فرمایا؟

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمع رسالت حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ایک شخص نے خواب دیکھا کہ جنابِ رسالت مآب (معاذ اللہ) اسے شراب نوشی کا حکم دے رہے ہیں۔ سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے شراب پینے سے روکا ہے، تیرے سننے میں اُلٹا آیا۔ اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ اس معاملے میں فاسق و متقی برابر ہیں۔ چنانچہ نہ تو متقی کا خواب میں کسی کا حکم سننا، اس حکم کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی فاسق کا بیان یقینی طور پر جھوٹا، بلکہ ضابطہ یہی ہے جو مذکور ہوا۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ شریف جدید ج ۵ ص ۱۰۰)

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عید

اللہ عزوجل کے مقبول بندوں کی ایک ایک ادا ہمارے لیے موجب صد درسِ عبرت ہوتی ہے۔ الحمد للہ عزوجل! ہمارے حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان بے حد ارفع و اعلیٰ ہے، اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ ہمارے لیے کیا چیزیں فرماتے ہیں! سنئے اور عبرت حاصل کیجئے!

لوگ کہہ رہے ہیں: کل عید ہے' کل عید ہے! اور سب خوش ہیں لیکن میں تو جس دن اس دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے کر گیا' میرے لیے تو وہی دن عید ہو گا۔

سبحان اللہ (عزوجل)! سبحان اللہ (عزوجل)! کیا شانِ تقویٰ ہے! اتنی بڑی شان کہ اولیاءِ کرام علیہم الرضوان کے سردار اور اس قدر تواضع وانکسار! اس میں ہمارے لیے بھی درسِ عبرت ہے اور ہمیں سمجھایا جا رہا ہے کہ خبردار! ایمان کے معاملہ میں غفلت نہ کرنا' ہر وقت ایمان کی حفاظت کی فکر میں لگے رہنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت اور معصیت کے سبب ایمان کی دولت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔

رضا رحمۃ اللہ علیہ کا خاتمہ بالخیر ہو گا!
اگر رحمت تیری شامل ہے یا غوث رحمۃ اللہ علیہ

(حدائق بخشش)

ایک ولی کی عید

حضرت سیدنا شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ متوکل' حضرت سیدنا شیخ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی اور خلیفہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب متوکل ہے' آپ رحمۃ اللہ علیہ ستّر برس شہر میں رہے مگر کوئی ظاہری ذریعۂ معاش نہ ہونے کے باوجود ان کے اہل وعیال نہایت اطمینان سے زندگی بسر کرتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مولیٰ عزوجل کی یاد میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ آج کون سا دن ہے؟ اور یہ کون سا مہینہ ہے؟ اور سکّہ کتنی مالیت کا ہے؟ ایک بار عید کے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں بہت سے مہمان جمع ہو گئے۔ اتفاق سے اس روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں خوردونوش (یعنی کھانے پینے) کا کوئی سامان نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بالاخانے پر جا کر یادِ الٰہی عزوجل میں مشغول ہو گئے اور دل ہی دل میں یہ کہہ رہے تھے: یا اللہ عزوجل! آج عید کا دن ہے اور میرے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں۔ اچانک ایک شخص چھت پر ظاہر ہوا' ایک خوان پیش کیا اور کہا: اے نجیب الدین! تمہارے توکل کی

دھوم ملاءِ اعلیٰ (یعنی فرشتوں) میں مچی ہوئی ہے اور تمہارا یہ حال ہے کہ تم ایسے خیال (یعنی کھانا طلبی) میں مشغول ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق تعالیٰ عزوجل خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی ذات کے لیے یہ خیال نہیں کیا' بلکہ اپنے مہمانوں کے باعث اس طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ حضرت سیدنا نجیب متوکل رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ کرامت ہونے کے باوجود انتہائی منکسر المزاج تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز ایک فقیر بہت دور سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا نجیب الدین متوکل (یعنی توکل کرنے والا) آپ ہی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ بھائی! میں تو نجیب الدین متاکل (یعنی بہت زیادہ کھانے والا) ہوں۔

(اخبار الاخیار ص ۶۰)

اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ (آمین!)

صدقۂ فطر واجب ہے

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جا کر کعبہ معظّمہ کی گلی کوچوں میں اعلان کر دو: صدقۂ فطر واجب ہے۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۵۱' حدیث: ۶۷۴)

صدقۂ فطر لغو باتوں کا کفارہ ہے

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مدنی سرکار' غریبوں کے غمخوار صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا' تاکہ فضول اور بیہودہ کلام سے روزوں کی طہارت (یعنی صفائی) ہو جائے' نیز مساکین کی خورش (یعنی خوراک) بھی ہو جائے۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۵۸' حدیث: ۱۶۰۹)

روزہ معلّق رہتا ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکارِ نامدار' مدینے کے تاجدار' باذنِ پروردگار دو عالم کے مالک و مختار' شہنشاہِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تک صدقۂ فطر ادا نہ کیا جائے' بندے کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلّق رہتا ہے (یعنی

لٹکا ہوا رہتا ہے)۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۵۳ حدیث: ۲۴۱۲۴)

فطرہ کے سولہ مسائل

صدقۂ فطر ان تمام مسلمانوں و مرد و عورت پر واجب ہے جو "صاحبِ نصاب" ہوں اور ان کا نصاب "حاجاتِ اصلیہ" (یعنی ضروریاتِ زندگی سے) (حاجاتِ اصلیہ کی تفصیل بہارِ شریعت حصہ چہارم میں دیکھئے!) فارغ ہو۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۱)

(۱) جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے باون تولے چاندی کی رقم یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت ہو (اور یہ سب حاجاتِ اصلیہ سے فارغ ہوں) اس کو صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے۔ (صاحبِ نصاب "غنی، فقیر، حاجاتِ اصلیہ" وغیرہ اصطلاحات کی تفصیلی معلومات فقہ حنفی کی مشہور کتاب بہارِ شریعت حصہ ۵ میں ملاحظہ کیجئے!)

(۲) صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے "عاقل، بالغ" ہونا شرط نہیں بلکہ بچہ یا مجنون (یعنی پاگل) بھی اگر صاحبِ نصاب ہو تو اُس کے مال میں سے اُن کا ولی (یعنی سرپرست) ادا کرے۔ (ردالمختار ج ۳ ص ۳۱۲)

(۳) مالکِ نصاب مرد پر اپنی طرف سے بیوی یا ماں باپ کا فطرہ واجب ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۳)

خطاب:۷

عظیم معرکۂ اسلام............غزوۂ بدر

اسلام و کفر کی یہ پہلی جنگ ۱۷ رمضان المبارک کو ہوئی

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر چیز کی ضد پیدا کر کے اصل کی پہچان کرائی' اسی طرح حق کی ضد باطل پیدا ہوا' تو حق نکھر کر سامنے آیا' ازل سے اَبد تک حق و باطل باہم نبرد آزما رہیں گے' مگر ہمیشہ حق غالب رہے گا' غزوۂ بدر بھی حق کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی کا دوسرا نام ہے۔

اسبابِ غزوۂ بدر

غزوۂ بدر حق و باطل کی طاقتوں کے مابین پہلا عظیم الشان اور یادگار رہنے والا معرکہ ہے' اس معرکے سے غرورِ باطل میدانِ بدر کی خاک میں مل گیا اور حق کو عروج حاصل ہوا۔

آیئے اس معرکے کے اسباب کا مطالعہ کرتے ہیں' اس معرکہ کے اسباب کچھ یوں تھے:

اسلام کی روز بروز ترقی اسلام دشمن عزائم کو خائف کیے ہوئے تھی۔

قریش مکہ اہلِ اسلام پر بے انتہاء مظالم ڈھا رہے تھے اور انہیں ایذاء رسانی کے ذریعے ترکِ اسلام اور جلاوطنی پر مجبور کر رہے تھے' نیز جو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے' ان کی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ جما رہے تھے۔

انصاف کے قتل اور مظالم کے انتقام کے لیے مدینہ کے مسلمانوں میں ''جذبۂ جہاد''

عروج پر تھا اور مسلمان کفر کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے بے تاب تھے۔ قریش مکہ کے تجارتی قافلے مدینہ کے راستے شام جایا کرتے تھے' چونکہ قریش نے مسلمان مہاجرین پر ظلم کیا تھا اور جائیدادیں ضبط کی تھیں' لہٰذا ان کو سبق سکھانا ضروری تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے قریش کے اکثر قافلوں پر حملے کیے اور حضور علیہ السلام بذاتِ خود مسلمانوں کو لے کر نکلا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں پر حملہ کرتے' ان کا تعاقب کرتے اور مالِ غنیمت حاصل کرتے' ویسے بھی کفار جو اللہ کے دشمن ہیں' ان کا مال ومتاع اللہ کے دوستوں' یعنی مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے: مسلمانوں کے لیے سب سے پاکیزہ ترین حلال طیب چیز مالِ غنیمت ہے' پھر جائز تجارت سے حاصل کردہ نفع خصوصاً کپڑے کی تجارت' پھر زراعت' پھر اپنے ہاتھ کی کمائی۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم ان تجارتی قافلوں کی تاک میں رہا کرتے تھے۔ یہ سن ۲ھ کے موسم خزاں کے شروع کا واقعہ ہے کہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں شام کی طرف جا رہا تھا' اس قافلہ میں ایک ہزار اونٹ تھے جن پر تقریباً پانچ لاکھ درہم کا مال واسباب لدا ہوا تھا۔ جب یہ قافلہ شام کی طرف جا رہا تھا تو مسلمانوں نے اس کو روکنے کی کوشش کی لیکن یہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے' سب مسلمان اس انتظار میں تھے کہ کب یہ قافلہ واپس آتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر روانگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اصحاب کو جاسوسی کے لیے آگے روانہ کیا' تا کہ قافلے کی واپسی کی اطلاق حاصل ہو' چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے قافلہ کی واپسی کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا: یہ قریش کا تجارتی قافلہ ہے' اس کا تعاقب کرو' عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس قافلہ میں سے مالِ غنیمت عطا فرمائے۔

۱۲ رمضان المبارک کو مسلمانوں کا لشکر جو تین سو تیرہ خوش نصیبوں پر مشتمل تھا' مدینہ منورہ کی سمت روانہ ہوا کیونکہ بدر مدینہ شریف اور مکہ شریف کے راستوں کے قریب ترین مقام تھا' جب تین سو تیرہ نفوسِ قدسیہ دو گھوڑوں اور چھ اونٹوں پر مشتمل یہ لشکر "صفواء" نامی مقام پر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احوال معلوم کرنے کے لیے ایک دستہ آگے روانہ فرمایا' خبر ملی کہ کفار کے جم غفیر کے پاس ساز و سامان کی کوئی کمی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صورتِ حال صحابہ کرام کے سامنے رکھی اور مشورہ طلب فرمایا' سب سے پہلے یارِ باوفا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' پھر فاروق رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے اور جانثاری وفاداری کا اظہار فرمایا' پھر مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اُٹھے اور یہ الفاظ کہے: جو ملتِ اسلامیہ کے لیے قابل فخر سرمایہ ہیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو جو حکم خدا کی طرف سے ملا ہے' بلا جھجک اس کو کر گزریئے! ہم دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں' جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا خدا دشمن سے لڑیں' ہم تو یہیں بیٹھے ہیں' آپ جنگ کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں' آپ کے دوش بدوش جنگ کریں گے۔

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ہم آپ کے دائیں بائیں' آگے پیچھے چاروں طرف سے لڑیں گے۔ حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے چمک اُٹھا۔ (بخاری ج۲ص۵۶)

انصار کی طرف سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں' ہم نے آپ کی اطاعت کا عہد کر رکھا ہے' جو حکم ہو گا اُسے بجا لائیں گے۔ آپ بلا تامل اپنا ارادہ پورا فرمائیں! ہم دل و جان سے آپ کا ساتھ دیں گے۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اگر آپ ہم کو سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم سارے

سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے یہ جانثارانہ جوابات سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا: اللہ کے نام پر چلو! تمہیں خوشخبری ہو! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔ (زرقانی ج ا ص ۶۱۶)

صف بندی

چونکہ کفار پہلے میدانِ بدر میں پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ یہاں پر سالارِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عسکری اہمیت کے فیصلے کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے آنے والے راستوں کو بھی نوٹ کر لیا۔ نیز اس امر کو بھی ملحوظ رکھا کہ جنگ کے دوران سورج کی تیز شعاعوں سے مسلمان سپاہیوں کی آنکھیں خیرہ نہ ہو سکیں' اس چشمے کے قریبی ٹیلے پر یعنی لشکر کے پڑاؤ سے ذرا اونچائی پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عریش بنوایا گیا' تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے میدانِ جنگ کو بچشم خود دیکھ سکیں۔ آج کل اس جگہ ایک مسجد ہے' جسے مسجد قریش کہا جاتا ہے۔

تین سو تیرہ جانثارانِ اسلام ایک ہزار سپاہ سے لڑنے کے لیے تیار تھے' لڑائی سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھڑی ہاتھ میں لیے میدان میں نکل آئے اور صفوں کو درست کیا' نیز کفار کے سرداروں کے مرنے کی جگہ نشانات لگائے' جو علمِ غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر سالار متعین کیے' نیز تمام لشکر کی تین جماعتیں بنائیں اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ علم عطا فرمائے۔ اس سے فارغ ہو کر آپ نے لشکر اسلام کو جو ہدایات دیں' وہ اس طرح تھیں:

صفوں کو راستوں پر رکھا جائے۔

دورانِ جنگ اطاعت امیر کی سختی سے پابندی کی جائے۔

تیر صرف اس وقت چلائے جائیں جبکہ دشمن زد میں آ جائیں۔

دشمن پیش قدمی کرے تو اس پر سنگباری کی جائے۔

اگر قریب پہنچ جائے تو اس صورت میں تیروں اور تلواروں سے مقابلہ کیا جائے۔

سپہ سالارِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو۔ نیز ضعیفوں، کمزوروں، زخمیوں، عورتوں، بچوں اور غیر محاربین (نہ لڑنے والے) پر ہتھیار چلانے کی ممانعت فرمائی۔ ایک آیت قرآن بھی اس وقت نازل ہوئی: "واضربوا منھم کل بنان" "ان کے جوڑوں پر مارو! معلوم ہوا تاک کر دشمنوں کو مارو۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک محفوظ دستہ علیحدہ رکھا تھا، تاکہ نازل موقع پر کام آ سکے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے، سپاہیوں کو پانی پلانے اور میدانِ جنگ میں گرے ہوئے تیروں کو جمع کر کے مجاہدین کے حوالے کرنے کے لیے عورتوں کی جماعتیں بھی متعین فرمائیں۔

تاریخ انسانی کا یادگار معرکہ

بالآخر مدینہ منورہ سے ۸۰ میل دور مقامِ بدر پر ۱۷ رمضان المبارک کو وہ عظیم معرکہ بپا ہوا کہ جو صحابہ کرام کی جرأت و شجاعت، بہادری و جانبازی، اللہ کی مدد اور نصرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین عسکری حکمت عملی کی مثال کے طور پر تاریخ اسلام میں جانا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: خدایا! تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کر! اگر آج یہ تیرے چند بندے مٹ گئے تو قیامت تک کوئی تیرا نام لیوا نہیں رہے گا۔ چنانچہ اس دن صحابہ کرامؓ کی مختصر سی جماعت نے جو تعداد اور ساز و سامان دونوں لحاظ سے دشمن سے کم تھی، ایسی جرأت و ہمت و استقلال سے مقابلہ کیا اور اپنے امیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی اطاعت کی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بروقت اور برمحل ماہرانہ فیصلے فرمائے کہ جن سے جنگ کا نتیجہ حیرت انگیز طور پر مسلمانوں کے حق میں نکلا، اس جنگ میں ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور چودہ

مسلمان مقامِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول کر لی اور کفار کو ذلیل وخوار کر دیا۔

جنت بدر اصولِ جنگ کی روشنی میں

غزوۂ بدر کی تفصیلات غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام اصول وقوانین جو آج دنیا نے برس ہا برس کی جنگوں کا تجربہ کر کے بنائے ہیں' ان پر سپہ سالار اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے عمل فرمایا تھا۔ آیئے! ان اصول و قوانین جنگ کی روشنی میں غزوۂ بدر کا جائزہ لیتے ہیں!

(۱) اصل مقصد کا پیشِ نظر ہونا

(۲) بروقت اقدام

(۳) فوج کی حفاظت

(۴) قوت کا محتاط استعمال

(۵) باہمی تعاون

(۶) زمین کا استعمال

(۷) جاسوسی

(۱) اصلی مقصد

ایک اچھے قاعدے کے سامنے الی مقصد دشمن کی اصلی فوج کو تباہ کرنا ہوتا ہے۔ نپولین اکثر کہتا تھا: میرے سامنے ایک ہی چیز ہوتی ہے' دشمن کی اصلی فوج۔ کالز وٹنر اپنی کتاب ''اصولِ جنگ'' میں رقمطراز ہے: ہمارا مقصد ہونا چاہیے کہ دشمن کی اصلی قالب پر حملہ کر کے اسے تباہ کیا جائے' اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیں اپنا سارا زور لگا دینا چاہیے۔ جنگِ بدر میں حضور نے دشمن کی اصل قوت کو تباہ کرنے کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار فرمائی' جب کفار کے لشکر جرار کو ریت کے طوفان نے آ گھیرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین موقع پر دشمن کے قلب لشکر کو تباہ کر دیا۔

(۲) بروقت اقدام

قدیم چینی سپہ سالار جنرل سعو کے خیال کے مطابق دشمن کی شکست ہمارے اقدام کی صلاحیتوں میں مضمر ہوتی ہے۔ اور "ملرن ہارڈی" کا قول ہے کہ اقدام جنگ کا زیادہ طاقتور طریقہ ہے۔ اقدامی جنگ کے بہت سے فوائد ہیں' مثلاً:

اقدامی جنگ کے لیے وقت اور مقام کا انتخاب حاصل رہتا ہے۔

اقدامی یعنی حملہ آور فوج اچانک حملہ کر کے دشمن کے غیر محفوظ علاقہ پر قبضہ کر سکتی ہے۔

اچانک اقدام یعنی شب خون کے ذریعے دشمن کی رسد ختم کی جا سکتی ہے' نیز اس کے سلسلہ رسد کو منقطع کیا جا سکتا ہے۔

اقدام کرنے والی فوج زخمی سپاہیوں کی مناسب دیکھ بھال کر سکتی ہے' جبکہ دفاع کرنے والی فوج کے زخمیوں کو حملہ آور گرفتار کر لیتی ہے۔

جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ دفاعی خط قائم کیا تھا' تاہم مناسب موقع پاتے ہی بروقت اقدام جمع کیا اور دشمن کے دائیں بازو پر اپنے دوستوں کو جمع کر دیا' اس طرح آپ نے کامیاب جرنیل ہونے کا ثبوت دیا۔

(۳) فوج کی حفاظت

جنگ میں فوجیوں کی حفاظت کی ذمہ داری امیر لشکر پر عائد ہوتی ہے' بے موقع محل فوجوں کو بے دریغ لڑانا بھی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ مارشل فاش کہتا ہے: اقدام میں نسبتاً زیادہ تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔

رابنسن کا کہنا ہے: لڑائی میں تحفظ کی بہترین شکل یہ ہے کہ آپ اپنے ارادہ کو دشمن پر مسلط کر دیا کریں۔

جنگِ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فوج کی حفاظت کی ہر ممکن صورت اختیار فرمائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے اگلے دستوں کی

حفاظت کے لیے کچھ محفوظ دستے بھی مقرر فرمائے تھے' جس سے تمام لشکر دشمن کے حملوں سے محفوظ رہا۔

(۴) قوت کا محتاط استعمال

محفوظ قوت کا رکھا جانا نہایت ضروری ہوتا ہے کیونکہ دشمن کسی حصے پر گھیرا ڈالنے کی کوشش کرے تو محفوظ افواج عقب لشکر سے نکل کر دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر سکتی ہے۔ نیز جب دشمن گھیرے میں لے لیا جائے تو سپہ سالار کو چاہیے کہ اپنی قوت اور وسائل کا جائزہ لے کر مناسب فیصلہ کرے۔ اس سلسلے میں ''نسترو'' کا کہنا ہے: دشمن کو گھیرے میں لینے کے بعد اپنی قوت و وسائل کا جائزہ لیجئے' اگر اسے کچل دینا آپ کے بس میں ہو تو اس کا بالکل صفایا کر دیجئے' ورنہ اسے بے جگری سے لڑنے پر مجبور نہ کیجئے' بلکہ ایک طرف سے نکل جانے کا راستہ دیجئے۔ (اصول جنگ)

جنگ بدر میں امیر لشکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی مختصر سی قوت کا استعمال بڑی احتیاط سے، کیا' تین سو تیرہ سپاہیوں کو دائیں بائیں مختلف دستوں میں تقسیم کیا' اس کے علاوہ ایک محفوظ دستہ علیحدہ کیا اور دورانِ جنگ دشمن پر اس وقت تک تیراندازی سے مانع رہے جب تک دشمن مکمل طور پر زد میں نہیں آ گیا' یوں تیر بھی ضائع نہ ہوئے اور دشمن کا خاتمہ بھی ہو گیا۔

نیز جنگ کے خاتمے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام وسائل کا جائزہ لیا اور دشمن کا تعاقب نہ کرنے کا فیصلہ کیا' اس لیے کہ تمام لشکر میں اونٹ نہ ہونے کے برابر تھے' اگر آپ ایسا نہ کرتے تو دشمن بے جگری سے لڑنے پر مجبور ہو جاتا' اس طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ تھا' لیکن سپہ سالار اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ماہرانہ فیصلہ پل بھر میں کر لیا۔

(۵) باہمی تعاون

فوج کے سپاہیوں اور مختلف دستوں میں تعاون فتح کے لیے نہایت لازمی امر ہے

اور جہاں آپس میں اختلافات، دلوں میں نفاق جیسا موذی مرض ہو، وہاں بجائے فتح کے شکست وریخت مقدر بن جاتی ہے۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ باہمی تعاون بھی تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں بھی اختلاف اور نفاق آجائے، لشکر ہی نہیں بڑی بڑی سلطنتیں تباہ برباد ہو گئیں۔

(۶) زمین کا استعمال

جنگ کے لیے نشیبی زمین نہایت مضر ہوتی ہے، روشنی اور دھوپ کا خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ لڑائی کے وقت سورج کی شعاعیں سپاہیوں کی آنکھوں کو چندھیا نہ دیں۔ جنگ بدر میں سپہ سالارِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کا ماہرانہ استعمال فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض پر پوری طرح قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو پانی کمی کی دقت سے بچا لیا۔ نیز تیراندازوں کو بہترین جگہوں پر متعین کیا اور اس امر کا بھی خاص لحاظ رکھا کہ سورج کی شعاعیں مسلمانوں کی آنکھوں کو خطرہ نہ کر سکیں۔ حتیٰ کہ اپنی نقل وحرکت سے دشمن کو ایسی جگہ پڑاؤ ڈالنے پر مجبور کر دیا جو پتلی اور کیچڑ ہونے کے باعث جنگ کے لیے نہایت نامناسب تھی، بالآخر یہ ریتلی زمین دشمن کی ہلاکت کا باعث ہو گئی۔

(۷) جاسوسی

فتح کے لیے ضروری ہے کہ دشمن کی نقل وحرکت اور حربی وسائل کا پہلے ہی سے علم ہو اور اس کے لیے جاسوسی نہایت ضروری ہے۔ سنتزو کہتا ہے: اگر آپ اپنی اور دشمن کی طاقت سے اچھی طرح واقف ہوں تو سو لڑائیوں سے بھی خوف نہ کیجئے، اگر آپ اپنی قوت سے واقف ہوں لیکن دشمن کی قوت سے ناواقف ہوں تو اس لڑائی میں آپ کو شکست ہونا ضروری ہے۔

جنگ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاعات کا نظام مکمل تھا، دشمن کی ہر حرکت کی خبریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ رہی تھیں اور جنگ کے دوران بھی دانڈنی سوار پھرتی کہ ساتھ پیغام رسانی کا کام نہایت حسن وخوبی سے سرانجام دے رہے تھے۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے لیے جاسوسی کا نہایت مربوط انتظام فرما رکھا تھا' یہی وجہ تھی کہ دشمن کی حرکت سے پہلے آپ باخبر ہو جاتے اور مناسب جواب کے لیے بھی وقت سے پہلے تیار رہتے۔

معرکۂ بدر سے حاصل سبق

کفر و اسلام کے پہلے معرکہ میں نہ صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قائدانہ صلاحیتیں اور حربی اُمور کی ماہرانہ اصول اُجاگر ہوئے' بلکہ اس عظیم معرکے میں مجاہدین اسلام کے لیے بہت سے قیمتی اسباب پوشیدہ ہیں۔ غزوۂ بدر میں ابتداء سے آخر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاع' حملہ اور دوسرے مراحل میں لشکر اسلام پر مکمل کنٹرول قائم رکھا۔ صحابہ کرام کے جذبۂ جہاد و شہادت کو اُجاگر کیا اور ہر حال میں امیر کی اطاعت کا حکم دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام نے میدانِ جہاد میں جتنے بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے' یہ تمام ''اطاعتِ امیر'' کا نتیجہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس تین دو تیرہ کے بظاہر معمولی لشکر نے وہ غیر معمولی کام کر دکھایا جو تاریخِ اسلام کے ماتھے کا ''جھومر'' ہے۔ صحابہ کرام میں جذبۂ جہاد اور جذبۂ اطاعت اس قدر موجزن تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کبھی مایوس نہ کیا' بلکہ ان کی نصرت کے لیے فرشتوں کے غول کے غول بھیج کر فتح و نصرت کو مسلمانوں کی جھولی میں لا ڈالا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں' فرشتوں کی قطار پر قطار نے یہ ثابت کر دیا کہ محض وسائل اور سپاہیوں کی کثرت فتح و نصرت کے لیے کافی نہیں' بلکہ ایمان کی قوت اور جذبۂ جہاد و شوقِ شہادت کی بدولت کوئی بھی اقلیت اکثریت پر غالب آ سکتی ہے۔ پس مصمم ارادوں کی ضرورت ہے۔

خطاب:۸

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

اے میرے محترم بزرگو اور دوستو! یہ حضور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی رفیقہ حیات ہیں۔ان کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیت اُم ہند ہے اور ان کا لقب طاہرہ ہے۔ (اسد الغابہ ص ۶۷) یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ ''سیّدہ طاہرہ'' ہیں۔ یہ بہت بڑا اعزاز (Honour) ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس مہکتے ہوئے لقب سے سرفراز ہوئیں اور یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب جاہلیت کا سمندر موجیں مار رہا تھا اور عورتوں کی بھی قیمت لگائی جاتی تھی اور سلسلہ نسب یہ ہے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ، قصیٰ پر پہنچ کر ان کا خاندان حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے اور لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد اپنے قبیلہ میں نہایت معزز شخص تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں آکر اقامت کی، عبدالدار ابن قصیٰ کے جوان کے ابن عم ہیں، حلیف بنے اور یہیں فاطمہ بنت زائدہ سے شادی کی۔ جن کے بطن سے عام الفیل سے ۱۵ سال قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۸) جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سن شعور کو پہنچیں تو اس وقت ان کے گھر میں راست گوئی و ایفائے عہد اور شرافت ونجابت اور امانت ودیانت کا مشکبار ماحول تھا۔

نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب جوان ہوئیں تو ان کے باپ نے صفاتِ مذکورہ کا لحاظ رکھتے ہوئے چاہا کہ بیٹی کی شادی ورقہ بن نوفل سے ہو جائے جو کہ برادرزادے اور تورات وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ لیکن پھر کسی وجہ سے یہ نسبت نہ ہو سکی اور بعد میں ان کا نکاح ابوہالہ بن نباش تمیمی سے ہو گیا۔ (الاستیعاب ج۲ص۳۷۸)

اور دونوں میاں بیوی بڑی محبت بھری زندگی گزارنے لگے۔ اسی دوران اللہ عزوجل نے انہیں دو فرزند (Son) عطاء کیے۔ والدین نے ایک کا نام ہند اور دوسرے کا نام ہالہ رکھا۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ ان کے خاوند ابوہالہ داغ بیوگی دے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ابوہالہ کے بعد یہ عتیق بن عابد مخزومی کے عقد نکاح میں آئیں۔ اسی زمانہ میں حرب الفجار چھڑی جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باپ لڑائی کے لئے نکلے اور مارے گئے۔ (طبقات ابن سعد ج۸ ص۹)

تجارت

اے محترم سامعین حضرات! باپ اور شوہر کے مرنے سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سخت دقت واقع ہوئی اور ان کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ جس کا کوئی نگران نہ تھا۔ تاہم اپنے اعزہ کو معاوضہ دے کر مال تجارت بھیجتی تھیں۔ ایک دفعہ مال کی روانگی کا وقت آیا تو ابوطالب نے حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جا کر ملنا چاہیے۔ ان کا مال شام جائے گا۔ بہتر ہوتا کہ تم بھی ساتھ جاتے۔ میرے پاس روپے نہیں، ورنہ میں خود تمہارے لیے سرمایہ مہیا کر دیتا۔ حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت ''امین'' کے لقب سے تمام مکہ میں تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاملت، راست بازی، صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاق کا عام چرچا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس گفتگو کی خبر ملی تو فوراً پیغام بھیجا کہ ''آپ میرا مالِ تجارت لے کر شام کی طرف جائیں جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں آپ کو اس

کے دوگنا دوں گی"۔ حضور سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا اور مالِ تجارت لے کر میسرہ (جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا) کے ہمراہ بصریٰ شریف لے گئے۔ اس سال کا نفع سالہائے گزشتہ کے نفع سے دوگنا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ا ص ۸۱)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت وثروت اور شریفانہ اخلاق نے تمام قریش کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور ہر شخص ان سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ لیکن اللہ عزوجل کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضور سیّد المبلغین صلی اللہ علیہ وسلم مالِ تجارت لے کر ملک شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کا پیغام بھیجا۔ نفیسہ بنت مینہ اس بابرکت کام پر مقرر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ (طبقات ابن سعد ج ا ص ۸۴) اور شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد اگرچہ وفات پاگئے تھے۔ تاہم ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے۔ عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کرسکتی تھیں' اسی بناء پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چچا کے ہوتے ہوئے خود براہِ راست تمام مراتب طے کیے اور مقرر کردہ تاریخ پر ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگوں کو جمع کیا تھا۔ ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ عمرو بن اسعد کے مشورہ سے (۵۰۰) پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ حرم نبوت ہوکر اُم المؤمنین کے شرف سے ممتاز ہوئیں۔ اس وقت حضور مختارِ کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس کی تھی۔ یہ بعثت (Apostle Ship) سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے۔ (اصابہ ج ۸ ص ۶۰)

اسلام

اے میرے بزرگو اور دوستو! پندرہ برس کے بعد جب حضور مختارِ کل کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور فرائض نبوت کو ادا کرنا چاہا تو سب سے پہلے وفا کی پیکر، صدق وصفا کی خوگر رفیقۂ حیات کو یہ پیغام سنایا۔ چنانچہ حضرت ربیعہ سعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تمام جہاں کی عورتوں سے پہلے اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ (مستدرک للحاکم ج۳ص ۲۰۳، رقم: ۴۸۴۶)

اس وقت تک نماز پنجگانہ فرض نہ تھی۔ حضور صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھا کرتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں اور ایک عرصہ تک خفیہ طور پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ عفیف کندی سامان خریدنے کے لیے مکہ آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں فروکش ہوئے۔ صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر تھی، دیکھا کہ ایک نوجوان آیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر قبلہ رُخ کھڑا ہوگیا۔ پھر ایک لڑکا اس کے داہنی طرف آکر کھڑا ہوا۔ پھر ایک عورت دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ نماز پڑھ کر یہ لوگ چلے گئے تو عفیف نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! پھر کہا: جانتے ہو کہ یہ نوجوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ دوسرا بھتیجا علی رضی اللہ عنہ ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے۔ میرے بھتیجے کا نظریہ ہے کہ اس کا مذہب اللہ عزوجل کا مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے حکم سے کرتا ہے۔ دنیا میں جہاں تک مجھ کو علم ہے، اس خیال کے صرف یہی تین افراد ہیں۔ (طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۰)

اولاد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حضور فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد کے افراد کی تعداد چھ ہے۔ دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال کرگئے تھے اور چار

صاحبزادیاں ہوئیں۔(زرقانی شریف ج ۳ ص ۲۲۱)

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ' یہ حضور فداہ روحی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے ہیں۔ان ہی کی وجہ سے ان ہی کے نام پر آپ کی کنیت ابولقاسم ہے۔یہ چھوٹی عمر میں انتقال کر گئے۔

(۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضور مکی مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

(۳) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بہت کم عمر پائی۔ان کا لقب طیب اور طاہر مشہور ہوا۔

(۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا' یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔

(۵) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا۔

(۶) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی اولاد کو بہت چاہتی تھیں۔آپ بہت مال دار خاتون تھیں۔اس لیے عقبہ کی لونڈی سلمہ کو بچوں کی پرورش پر مقرر کیا تھا۔وہ ان کو کھلاتی اور دودھ پلاتی تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے فضائل

اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عظمت وفضیلت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرائض نبوت ادا کرنے چاہے تو فضائے عالم سے ایک آواز بھی آپ کی تائید میں کما حقہ نہ اُٹھی۔عرب سارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر ایک پیکر تصویر بنا ہوا تھا۔لیکن اس عالمگیر خاموشی میں صرف ایک آواز تھی۔جو فضائے مکہ میں تموج پیدا کر رہی تھی اور یہ آواز حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قلب مبارک سے بلند ہوئی۔جو اس ظلمت کدۂ کفر وضلالت میں انوارِ الٰہی کی دوسری تجلی گاہ تھی۔چنانچہ

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی خوب تعریف فرماتے' آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں غصہ میں آ گئی اور میں نے کہا کہ آپ سرخ رخساروں والی کا تذکرہ بہت زیادہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے اس سے بہتر عورتیں اس کے نعم البدل کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے اس سے بہتر بدل عطا نہیں فرمایا۔ وہ تو ایسی خاتون ہیں جو مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور میری اس وقت تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور اپنے مال سے اس وقت میری ڈھارس بندھائی جب لوگ مجھے محروم کر رہے تھے اور اللہ عزوجل نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دوسری بیویوں سے مجھے اولاد عطا فرمانے سے محروم رکھا۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۱۱۷' طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۱۳' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۲۴' ابن عساکر ج ۱ ص ۳۰۲)

پیارے اسلامی بھائیو! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ مقدس خاتون ہیں جنہوں نے نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی۔

حدیث: حضور سیّد المبلغین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں کبھی لات وعزیٰ کی پرستش نہیں کروں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ لات کو جانے دیجئے' عزیٰ کو جانے دیجئے یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۲)

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام' حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سالن یا کھانے کا ایک برتن لا رہی ہیں۔ جب وہ لے کر آ ئیں تو اللہ عزوجل کی طرف سے اور میری طرف سے ان کو سلام کہو اور ان کو جنت

(Paradise) میں ایک گھر کی خوشخبری دو' جو ایک خولدار موتی کا ہوگا۔ نہ اس میں شور وغل ہوگا۔ (بخاری شریف ج۲ص۹۰۴' رقم:۱۰۰۹)

اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مقام ومرتبے کا پتہ چلتا ہے کہ ان کو اللہ عزوجل جو کہ تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ان پر سلام بھیج رہا ہے اور ملائکہ کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام ان پر سلام بھیج رہے ہیں۔

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی پر رشک نہیں کیا۔ سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے (یعنی ان پر رشک کیا کرتی تھی) اور میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بکری ذبح کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اس بکری کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے ہاں بھیج دو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن غصہ میں آ گئی اور میں نے کہا: خدیجہ' خدیجہ ہی ہو رہی ہے۔ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبت مجھے عطا کی گئی ہے۔

(مسلم شریف ج۶' کتاب فضائل صحابہ' صحیح ابن حبان ج۱۵ص۴۶۷' حدیث:۷۰۰۶)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور سیّد دوعالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خطوط کھینچے اور دریافت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جنت کی بہترین عورتیں ہیں جو کہ (۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد (۲) حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۳) آسیہ بنت مزاحم جو کہ فرعون کی بیوی ہے (۴) حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہن ہیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج۱ص۲۹۳' رقم:۲۶۶۸' صحیح ابن حبان ج۱۵ص۴۷۰' رقم:۷۰۱۰' مستدرک حاکم ج۲ص۵۳۹' رقم:۳۸۳۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (بعداز وفات) کہاں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یاقوت سے بنے ایک گھر میں، جس میں نہ کچھ لغو ہے نہ ہی تھکاوٹ، حضرت مریم اور آسیہ رضی اللہ عنہما کے درمیان والے علاقے میں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ کیا اس قصب یعنی نرکل بانس وغیرہ کے گھر میں؟ فرمایا: نہیں! لیکن ہیروں، سچے موتیوں اور یاقوت سے بنے گھر میں ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۹ص ۲۲۳)

ان کو یہ مقام ومرتبہ کیسے ملا کہ انہوں نے اپنے زوجِ محترم حضور طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں راحت کا سامان مہیا کیا، اس لیے۔

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد) حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ان کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی جلتی تھی۔ آپ کے کانوں میں پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں اور لرزہ براندام ہو گئے۔ پھر فرمایا: یہ تو ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے رشک ہوا (کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اتنی محبت)۔

(بخاری شریف ج۹ص ۴۸۹، رقم: ۳۶۰۷)

حدیث: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور مکی مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی تعریف اور ان کے لیے استغفار ودعائے مغفرت کرتے ہوئے تھکتے نہیں تھے۔ (طبرانی کبیر ج۲۳ص ۱۳، رقم ۲۱، اعلام النبلاء ج۲ص ۱۱۲، مجمع الزوائد ج۹ص ۲۲۴)

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور شافع روزِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اس کو

فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ۔ کیونکہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی (Friend) ہے۔ اس کو فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ۔ کیونکہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھتی تھی۔ (بخاری، الادب المفرد، ج ۱ ص ۹۰، رقم: ۲۳۲)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کو اعزاز مصاحبت اور بہترین برتاؤ کے ساتھ نبھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے بعد بھی وفا کو اچھی طرح نبھایا تو ہمیشہ ان کا تذکرہ اور ان کے فضائل اور خصوصیات کا ذکر فرماتے رہے اور ان کے لیے رحمت کی دعائیں فرماتے بلکہ جس کسی کی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ داری (Relationship) ہوتی اس پر احسان فرماتے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وفا کرتے، جو مستحق وفا ہوتا تو حضرتِ طاہرہ رضی اللہ عنہا تو وفا کا منبع اور تمام فضائل کا معدن تھیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے وفا بے نظیر وفا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے وفا کے حیرت انگیز دلائل میں سے ایک بات یہ ہے کہ جو غزوۂ بدر کبریٰ میں واقعہ پیش آیا، جب ابوالعاص بن الربیع، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت زینب کے شوہر گرفتار ہو کر آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے فدیہ کے طور پر وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی رخصتی کے دن انہیں تحفے میں دیا تھا۔ جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی اور انہیں اپنی باوفا زوجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس کے اسیر کو چھوڑنا چاہو اور ہار بھی واپس بھیج سکو تو ایسا کر لو۔ تو صحابہ کرام نے حضور فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی۔ جس بات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی باوفا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زوجہ کی یادوں کے جذبات و احساسات کو جگا دیا تھا۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی بہترین کتاب ''الفصول'' میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ذکر کیے ہیں:

(۱) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھی۔

(۲) سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والی تھیں۔

(۳) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد انہی سے ہوئی۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سب سے پہلے جنت کی بشارت انہیں ملی۔

(۵) سب سے پہلے اللہ عزوجل نے انہیں سلام کہلوایا۔

(۶) مؤمنات میں سے پہلی صدیقہ خاتون۔

(۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ وفات کے اعتبار سے بھی۔

(۸) یہ پہلی شخصیت ہیں جن کی قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے۔ (الفصول لابن کثیر ص ۲۴۳)

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور شافع روزِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے (اتباع واقتداء کرنے کے) لیے چار عورتیں ہی کافی ہیں: (۱) حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا (۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۴) اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب ج ۲، مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۳۵، صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۴۶۴، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۷۱)

وفات

اے محترم سامعین حضرات! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد (۲۵) برس تک زندہ رہیں اور ۱۱ رمضان المبارک ہجرت سے تین سال قبل وفات پائی۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۵۱)

حضور مختارِ کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی سب سے بڑی غمگسار کو اللہ عزوجل کے سپرد کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر میں ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تین پانچ دن پہلے حضور سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوا تھا۔ ابھی چچا کی وفات کے صدمہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک رنج وغم سے نڈھال تھا ہی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ اس سانحہ (Occurrence) کا قلب مبارک کا اتنا زبردست صدمہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' یعنی غم کا سال رکھ دیا۔

اے ہمارے رب عزوجل! ہماری تمام اسلامی بہنوں کو اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جیسی وفا کی تصویر، سچائی کی خوگر، صابرہ، مجسمہ اخلاق، جاں پرسوز، فہم و فراست والی عورت بنا۔ آمین!

خطاب ۹:

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

الحمد للّٰه رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ واهل بیتہٖ اجمعین۔ اما بعد! فقد قال اللّٰه تعالیٰ فی القرانِ المجید والفرقان الحمید۔ اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم؛ بسم اللّٰه الرّحمٰن الرحیم۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز (پ۲۶، رکوع:۱۲) صدق اللّٰه مولینا العظیم۔ وصدق رسوله النبی الکریم الامین علیه وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات واکمل التسلیم؛

ایک بار ہم سب مل کر ساری کائنات کے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ دُربار میں بلند آواز سے جھوم جھوم کر درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ والہٖ صلی اللّٰه علیه وسلم صلاة وسلاما علیك یا رسول اللّٰه۔

حضرات! دنیا میں بے شمار انسان پیدا ہوئے جن میں سے اکثر ایسے ہوئے کہ ان میں کوئی کمال و خوبی نہیں اور بعض لوگ ایسے ہوئے جو صرف چند خوبیاں رکھتے تھے مگر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی وہ ذاتِ گرامی ہے جو بہت سے کمال و

خوبیوں کی جامع ہے کہ آپ شیرِ خدا بھی ہیں اور دامادِ مصطفےٰ بھی، حیدرِ کرار بھی ہیں اور صاحبِ ذوالفقار بھی، حضرت فاطمہ زہراء کے شوہر نامدار بھی اور حسنین کریمین کے والد بزرگوار بھی، صاحبِ سخاوت بھی اور صاحبِ شجاعت بھی، عبادت وریاضت والے بھی اور فصاحت و بلاغت والے بھی، علم والے بھی اور حلم والے بھی، فاتح خیبر بھی اور میدانِ خطابت کے شہسوار بھی۔ غرضیکہ آپ بہت سے کمال وخوبیوں کے جامع ہیں اور ہر ایک میں ممتاز و یگانۂ روزگار ہیں۔ اسی لیے دنیا آپ کو مظہر العجائب و الغرائب سے یاد کرتی ہے اور قیامت تک اسی طرح یاد کرتی رہے گی۔

مرتضٰی شیرِ حق اشجع الاشجعین
بابِ فضل و ولایت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

نام ونسب

آپ کا نام نامی ''علی بن ابی طالب'' اور کنیت ''ابوالحسن و ابوتراب'' ہے۔ آپ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے صاحبزادے ہیں، یعنی حضور کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۲)

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ آپ ۳۰ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور اعلانِ نبوت سے پہلے ہی مولائے کل سیّد الرسل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں آئے کہ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تھے تو حضور نے ابوطالب پر عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو لے لیا تھا۔ اس طرح حضور کے سائے میں آپ نے پرورش پائی اور انہیں کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی حضور کا جمال جہاں آرا دیکھا،

انہیں کی باتیں سنیں اور انہیں کی عادتیں سیکھیں۔ اس لیے بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا' یعنی آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی اور اسی لیے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا لقب ہوا۔ (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ' وغیرہ)

آپ کا قبولِ اسلام

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نوعمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ جب آپ ایمان لائے' اس وقت آپ کی عمر مبارک دس سال تھی۔ بلکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال اور کچھ لوگ اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تنزیہ المکانۃ الحیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بوقتِ اسلام آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔

آپ کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دین ہے جس کو اس نے اپنے لیے منتخب کیا ہے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ لہٰذا میں تم کو بھی ایسے معبود کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں تم کو اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا کہ جب تک میں اپنے باپ ابو طالب سے دریافت نہ کرلوں' اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راز کا فاش ہونا منظور نہ تھا' اسی لیے آپ نے فرمایا: اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو ابھی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو' کسی پر ظاہر نہ کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ اس وقت رات میں ایمان نہیں لائے' مگر اللہ تعالیٰ

نے آپ کے دل میں ایمان کو راسخ کر دیا تھا' دوسری صبح ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پیش کی ہوئی ساری باتوں کو قبول کر لیا اور اسلام لے آئے۔

آپ کی ہجرت

سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خدائے تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے' لہٰذا میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا' تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو رہو' تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ قریش کی ساری امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں' ان کے مالکوں کو دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا۔

یہ موقع بڑا ہی خوفناک اور نہایت خطرہ کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ قریش سونے کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں' اسی لیے خدائے تعالیٰ نے آپ کو اپنے بستر پر سونے سے منع فرما دیا ہے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر قتل گاہ ہے۔ لیکن اللہ کے محبوب' دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ "تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی' قریش کی امانتیں دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا"۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو پورا یقین تھا کہ دشمن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے' میں زندہ رہوں گا اور مدینہ ضرور پہنچوں گا۔ لہٰذا سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جو آج بظاہر کانٹوں کا بچھونا تھا' وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے پھولوں کی سیج بن گیا۔ اس لیے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ سورج پورب کی بجائے پچھم سے نکل سکتا ہے مگر حضور کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام سے سویا' صبح اُٹھ کر لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو سونپنا شروع کیا اور کسی سے نہیں چھپا۔ اسی طرح مکہ

میں تین دن رہا' پھر امانتوں کے ادا کرنے کے بعد میں بھی مدینہ کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعارض نہ کیا' یہاں تک کہ میں قُبا میں پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرماتھے' میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

ایک بار پھر ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار' دونوں عالم کے مختار' جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بلند آواز سے درود شریف کی ڈالیاں پیش کریں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الخ ۔

اُخوتِ رسول

برادرانِ ملت ! حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بہت سی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ ''عقدِ مؤاخاۃ'' میں بھی آپ کے بھائی ہیں۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ میں اُخوت یعنی بھائی چارہ قائم کیا کہ دو دو صحابہ کو بھائی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے سارے صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا مگر مجھ کو کسی کا بھائی نہ بنایا' میں یوں ہی رہ گیا۔ تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ'' یعنی تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴)

آپ کی شجاعت

برادرانِ اسلام! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور بہادری شہرۂ آفاق ہے' عرب وعجم میں آپ کی قوتِ بازو کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں' آپ کے رعب ودبدبہ سے آج بھی بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کانپ جاتے ہیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر فرمادیا تھا' اس لیے

اس میں حاضر نہ ہو سکے۔ باقی تمام غزوات و جہاد میں شریک ہو کر بڑی جانبازی کے ساتھ کفار کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسود بن عبدالاسد مخزومی کو کاٹ کر جہنم میں پہنچایا تو اس کے بعد کافروں کے لشکر کا سردار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو ساتھ لے کر میدان میں نکلا اور چلاّ کر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اشرافِ قریش میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجیے! حضور نے یہ سن کر فرمایا: اے بنی ہاشم! اُٹھو اور حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔ حضور کے اس فرمان کو سن کر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم دشمن کی طرف بڑھے۔ لشکر کا سردار عتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوا اور ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ولید جسے اپنی بہادری پر بہت بڑا ناز تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھتا اور ڈینگیں مارتا ہوا آپ پر حملہ کیا، مگر شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے تھوڑی ہی دیر میں اسے مار گرایا اور ذوالفقارِ حیدری نے اس کے گھمنڈ کو خاک وخون میں ملا دیا۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا ہے تو آپ نے جھپٹ کر اس پر حملہ کیا اور اسے بھی جہنم میں پہنچا دیا۔

اور جنگ اُحد میں جبکہ مسلمان آگے اور پیچھے سے کفار کے بیچ میں آ گئے، جس کے سبب بہت سے لوگ شہید ہوئے تو اس وقت سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی کافروں کے گھیر میں آ گئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ اے مسلمانو! تمہارے نبی قتل کر دیئے گئے، اس اعلان کو سن کر مسلمان بہت پریشان ہو گئے یہاں تک کہ اِدھر اُدھر تتر بتر ہو گئے بلکہ ان میں سے بہت لوگ بھاگ بھی گئے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جب کافروں نے مسلمانوں کو آگے پیچھے سے گھیر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو پہلے میں نے حضور کو زندوں میں تلاش کیا مگر نہیں پایا، پھر

شہیدوں میں تلاش کیا وہاں بھی نہیں پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور میدانِ جنگ سے بھاگ جائیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ پاک کو آسمان پر اُٹھالیا۔ اس لیے اب بہتر یہی ہے کہ میں تلوار لے کر کافروں میں گھس جاؤں یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے تلوار لے کر ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو مجھے بے انتہاء خوشی ہوئی اور میں نے یقین کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اپنے حبیب کی حفاظت فرمائی۔ میں دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا' کفار گروہ در گروہ حضور پر حملہ کرنے کے لیے آنے لگے۔ آپ نے فرمایا: علی! ان کو روکو' تو میں نے تنہا ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور کئی ایک کو قتل بھی کیا۔ اس کے بعد پھر ایک گروہ اور حضور پر حملہ کرنے کی نیت سے بڑھا' آپ نے پھر میری طرف اشارہ فرمایا تو میں نے پھر اس گروہ کا اکیلے مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبریل نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری بہادری اور مدد کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: ''اِنَّهٗ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ'' یعنی بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں' مطلب یہ ہے کہ علی کو مجھ سے کمال قرب حاصل ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ وافضل التسلیم کے اس فرمان کو سن کر حضرت جبریل نے عرض کیا: ''وَاَنَا مِنْكُمَا'' یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شہید ہو جانے کی نیت سے کافروں کے جتھے میں تنہا گھس جانا اور حضور پر حملہ کرنے والے گروہ در گروہ سے اکیلے مقابلہ کرنا آپ کی بے مثال بہادری اور انتہائی دلیری کی خبر دیتا ہے' ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عشق اور سچی محبت کا بھی پتہ دیتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

اور حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدود (جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا) ایک جھنڈا

لیے ہوئے نکلا تا کہ وہ میدانِ جنگ کو دیکھے' جب وہ اور اس کے ساتھ کے سوار ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمرو! تو قریش سے اللہ کی قسم دے کر کہا کرتا تھا کہ جب کبھی مجھ کو کوئی شخص دو اچھے کاموں کی طرف بلاتا ہے تو میں اس میں سے ایک کو ضرور اختیار کرتا ہوں۔ اس نے کہا: ہاں! میں نے ایسا کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا: مجھے ان میں سے کسی کی حاجت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اب میں تجھ کو مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں اور اس کی طرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کس لیے مقابلہ کی دعوت دیتا ہے' خدا کی قسم! میں تجھ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن خدا کی قسم! میں تجھ کو قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو کا خون گرم ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا' دونوں میدان میں آ گئے اور تھوڑی دیر مقابلہ کے بعد شیر خدا نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر جہنم میں پہنچا دیا۔

اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عمرو بن عبدود میدان میں اس طرح پر نکلا کہ لوہے کی زریں پہنے ہوئے تھے اور اس نے بلند آواز سے کہا: ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے! اس آواز کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مقابلہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! یہ عمرو بن عبدود ہے۔ دوسری بار عمرو نے پھر آواز دی کہ میرے مقابلہ کے لیے کون آتا ہے؟ اور مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی۔ کہنے لگا: تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ جو بھی تم میں سے مارا جاتا ہے' وہ سیدھے اس میں داخل ہو جاتا ہے' میرے مقابلہ کے لیے کسی کو کیوں نہیں کھڑا کرتے ہو۔ دوبارہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی' مگر آپ نے پھر وہی فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! تیسری بار عمرو نے پھر وہی آواز دی اور کچھ اشعار بھی پڑھے۔ راوی کا بیان ہے کہ تیسری

بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس کے مقابلہ کے لیے نکلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: چاہے عمرو ہی کیوں نہ ہو۔ تیسری بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چل کر اس کے پاس پہنچے اور چند اشعار پڑھے‘ جن کا مطلب یہ ہے:

اے عمرو! جلدی نہ کر‘ جو عاجز نہیں ہے وہ تیرے پاس تیری آواز کا جواب دینے والا سچی نیت اور بصیرت کے ساتھ آ گیا اور ہر کامیاب ہونے والے کو سچائی ہی نجات دیتی ہے‘ مجھے پوری اُمید ہے کہ میں تیرے جنازہ پر ایسی ضرب وسیع سے نوحہ کرنے والیوں کو قائم کروں گا کہ جس کا ذکر لوگوں میں باقی رہے گا۔

عمرو نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا: عبد مناف کے بیٹے ہو؟ آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالب ہوں۔ اس نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! تیرے چچاؤں میں سے ایسے بھی تو ہیں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہیں‘ میں تیرا خون بہانے کو بُرا سمجھتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر خدا کی قسم! میں تیرا خون بہانے کو قطعاً بُرا نہیں سمجھتا۔ یہ سن کر وہ غصہ سے تلملا اُٹھا۔ گھوڑے سے اتر کر آگ کے شعلہ جیسی تلوار تھام لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لپکا اور ایسا زبردست وار کیا کہ آپ نے ڈھال تو روکا تو تلوار اسے پھاڑ کے گھس گئی‘ یہاں تک کہ آپ کے سر پر لگی اور زخمی کر دیا۔ اب شیرِ خدا نے سنبھل کر اس کے کندھے کی رگ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور غبار اُڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر سنا‘ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ شیرِ خدا کی اس بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر میدانِ جنگ کا ایک ایک ذرہ زبانِ حال سے پکار اُٹھا:

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

یعنی حضرت علی بہادروں کے بادشاہ' خدا کے شیر اور قوتِ پروردگار ہیں' ان کے سوا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔

ایک بار ہم سب لوگ مل کر پھر بلند آواز سے سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الخ

اسی طرح جنگ خیبر کے موقع پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شجاعت اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے ہیں' جس کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا اور لوگوں کے دلوں میں جوش و ولولہ پیدا کرتا رہے گا۔

خیبر کا وہ قلعہ جو مُرحب کا پایۂ تخت تھا' اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اس قلعہ کو سر کرنے کے لیے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا' لیکن فاتح خیبر ہونا تو کسی اور کے لیے مقدر ہو چکا تھا' اس لیے ان حضرات سے وہ فتح نہ ہوا۔ جب اس مہم میں بہت زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا' وہ شخص اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔
(جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور کی اس خوشخبری کو سن کر صحابہ کرام نے وہ رات بڑی بیقراری میں کاٹی' اس لیے کہ ہر صحابی کی یہ تمنا تھی کہ اے کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صبح ہمیں جھنڈا عنایت فرماتے تو اس بات کی سند ہو جاتی کہ ہم اللہ و رسول کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ و رسول ہمیں چاہتے ہیں اور اس نعمتِ عظمیٰ و سعادتِ کبریٰ سے بھی سرفراز ہو جاتے کہ فاتح خیبر بن جاتے۔ اس لیے کہ وہ صحابی تھے وہابی نہیں تھے۔ ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ کل کیا ہونے والا ہے' حضور کو اس کی کیا خبر؟ بلکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب' جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے' وہ کل ہو کر

رہے گا‘ اس میں ذرّہ برابر فرق نہیں ہوسکتا۔

جب صبح ہوئی تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اُمیدیں لیے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ دیکھنے لگے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آج کس کو سرفراز فرماتے ہیں۔ سب کی ارمان بھری نگاہیں حضور کے لبِ مبارک کی جنبش پر قربان ہورہی تھی کہ سرکار نے فرمایا: ’’اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبْ ‘‘یعنی علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں۔ ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں‘ آپ نے فرمایا: کوئی جاکران کو بلالائے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا تو وہ بالکل ٹھیک ہوگئیں۔ حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں: ’’فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ عَیْنَیْہَ فَبَرَأَ ‘‘اور ان کی آنکھیں اس طرح اچھی ہوگئیں‘ گویا دُکھتی ہی نہ تھیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہوجائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو‘ پہلے انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کیا حقوق ہیں۔ خدا کی قسم! اگر تمہاری کوشش سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا۔ (بخاری‘ مسلم‘ مشکوٰۃ ص ۵۶۴)

اسلام قبول کرنے یا صلح کرنے کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنے کے لیے مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا:

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب

یعنی بے شک خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں‘ ہتھیاروں سے لیس‘ بہادر اور تجربہ کار ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا:

انـــا الـــذی ســمتـــنـــی امـــی حیـــدره

کـــلیـــث غـــابـــات کـــریـــه الـــمـنـظـــره

یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام ''شیر'' رکھا ہے' میری صورت جھاڑوں میں رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے۔

مُرحب بڑے گھمنڈ سے آیا تھا لیکن شیر خدا علی مرتضٰی نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فتح کا اعلان فرما دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ نے خیبر کا دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا تھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب لوگوں نے اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اسے اُٹھا نہ سکے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴)

اور ابن عساکر نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ خیبر میں قلعہ کا پھاٹک ہاتھ میں لے کر اس کو ڈھال بنا لیا وہ پھاٹک ان کے ہاتھ میں برابر رہا اور وہ لڑتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر کو فتح فرمایا۔ اس کے بعد پھاٹک کو آپ نے پھینک دیا۔ لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے ساتھ کئی آدمیوں نے مل کے اسے پلٹنا چاہا مگر وہ نہیں پلٹا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴)

ایک بار آپ حضرات پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الخ ۔

آپ کا حلیہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جسم کے فربہ تھے' اکثر خود استعمال کرنے کی وجہ سے سر کے بال اُڑے ہوئے تھے۔ آپ نہایت قوی اور میانہ قد مائل بہ پستی تھے۔ آپ کا پیٹ دیگر اعضاء کے اعتبار سے کسی قدر بھاری تھا۔ مونڈھوں کے درمیان کا گوشت بھرا ہوا تھا۔

پیٹ سے نیچے کا جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی تھا۔ تمام جسم پر لمبے لمبے بال، آپ کی ریش مبارک گھنی اور دراز تھی۔

مشہور ہے کہ ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی، ٹھوڑی پر صرف چند گنتی کے بال تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور لمبی تھی۔ ایک دن وہ یہودی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے علی! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں سارے علوم ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ! قرآن میں تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! سورۂ اعراف میں ہے:

''وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ''یعنی جو اچھی زمین ہے اس کی ہریالی اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتی مگر تھوڑی بمشکل۔ (پ ۸، رکوع: ۱۴)

تو اے یہودی! وہ اچھی زمین ہماری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تیری ٹھوڑی۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم بہت وسیع تھا کہ اپنی گھنی داڑھی اور یہودی کی مختصر داڑھی کا ذکر آپ نے قرآن مجید میں ثابت کر دکھایا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن سارے علوم کا خزانہ ہے، مگر لوگوں کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

جمیع العلم فی القران لکن

تقاصر عنہ افہام الرجال

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں، بلکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنی حدیثیں آپ کی فضیلت میں ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں اتنی حدیثیں نہیں ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ تو سرکارِ اقدس نے فرمایا: ''اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی'' یعنی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑ جاتا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جانے کے وقت چالیس دن کے لیے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا' اسی طرح جنگ تبوک کی روانگی کے وقت' میں تم کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر جا رہا ہوں۔ لہٰذا جو مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا' وہی مرتبہ ہماری بارگاہ میں تمہارا ہے۔ اس لیے اے علی! تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ تو ایسا ہی ہوا کہ اس خوشخبری سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تسلی ہوگئی۔

رافضی اس حدیث شریف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفۂ بلافصل ہونے کا استدلال کرتے ہیں' جو صحیح نہیں۔ اس لیے کہ حضور نے ان کو خلیفۂ مطلق نہیں بنایا تھا بلکہ ان کی خلافت محض خانگی اُمور کی نگرانی اور اور اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے تھی' اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ کو مدینہ طیبہ کا صوبہ دار' حضرت سباع عرفطہ کو مدینہ منورہ کا کوتوال اور حضرت ابن اُم مکتوم کو اپنی مسجد کا امام بنایا تھا (رضی اللہ عنہم)۔

مزید جوابات کے لیے تحفۂ اثنا عشریہ کا مطالعہ کریں۔

اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مؤمن علی سے بغض وعداوت نہیں رکھتا۔

(ترمذی)

سبحان اللہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا ہی بلند و بالا شان ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے محبت نہ کرنے کو منافق ہونے کی علامت ٹھہرایا اور آپ سے بغض و عداوت رکھنے کو مؤمن نہ ہونے کا معیار قرار دیا' یعنی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہ کرے وہ منافق ہے اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے' وہ مؤمن نہیں۔

اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ'' یعنی جس نے علی کو برا بھلا کہا تو تحقیق اس نے مجھ کو برا بھلا کہا۔ (مشکوٰۃ)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قرب اور نزدیکی حاصل ہے کہ جس نے ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی تو گویا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کی توہین کرنا حضور کی توہین کرنا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کھلے ہوئے میدان میں بہت سے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ غدیرِ خُم میں میرے متعلق کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو اس مجمع سے تیس آدمی کھڑے ہوئے اور ان لوگوں نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز فرمایا تھا: ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ'' یعنی میں جس کا مولیٰ ہوں' علی بھی اُس کے مولیٰ ہیں۔ یا الٰہ العالمین! جو شخص علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو شخص علی سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ (تاریخ الخلفاء)

لے..... فیحصل علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسیلة علی رضی اللہ عنہ و ؟؟؟ لان مدینة یکون لھا فی العادة ابواب ولا توجد مدینة لھا باب واحد فمدینة العلم لہ سبع المداین ینبغی ان یکون لھا ابواب کثیرة ۱۲ ۔ (حاشیہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۶)

اور طبرانی و بزار‘ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے‘ اور ترمذی و حاکم‘ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِىٌّ بَابُهَا ‘‘یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور جنہوں نے اس کو موضوع کہا ہے‘ انہوں نے غلطی کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۶)

اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ اَحَبَّنِىْ ‘‘یعنی جس نے علی سے محبت کی‘ اس نے مجھ سے محبت کی۔ ’’وَمَنْ اَحَبَّنِىْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ ‘‘اور جس نے مجھ سے محبت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ ’’وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِىْ وَمَنْ اَبْغَضَنِىْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ ‘‘یعنی جس نے علی سے دشمنی کی‘ اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی‘ اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

اور بزار‘ ابویعلیٰ اور حاکم‘ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں‘ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمہاری حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک دشمنی کی کہ ان کی والدہ حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو کان کھول کر سن لو! میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے‘ ایک میری محبت میں حد سے تجاوز کرے گا اور میری ذات سے ان باتوں کو منسوب کرے گا جو مجھ میں نہیں ہیں‘ اور دوسرا گروہ اس قدر بغض و عداوت رکھے گا کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس حدیث شریف کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی‘ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو فرقے گمراہ ہو کر ہلاک ہوئے۔ ایک رافضی اور دوسرے خارجی۔ رافضی اس لیے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حد سے

بڑھایا یہاں تک کہ ان کو خدا کہہ دیا۔ (دیکھئے: تحفۂ اثنا عشریہ باب اوّل) اور خارجیوں نے ان سے اس قدر بغض وعداوت رکھا کہ ان کو کافر کہہ دیا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

ابوتراب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک کنیت ابوتراب بھی ہے' جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے' جب کوئی شخص آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وکرم کے مزے لیتے تھے' اس لیے کہ یہ کنیت آپ کو حضور ہی سے عنایت ہوئی تھی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز آپ مسجد میں آ کر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسم پر کچھ مٹی لگ گئی تھی کہ اتنے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کے بدن کی مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا: ''قُمْ یَا اَبَا تُرَابُ'' یعنی اے مٹی کے باپ! اُٹھو! اس روز سے آپ کی کنیت ابوتراب ہوگئی۔ (رضی اللہ عنہ)

خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کی خلافت کو بخوشی منظور فرمایا ہے اور کسی کی خلافت سے انکار نہیں کیا ہے' جیسا کہ ابن عسا کر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر آپ سے پوچھا کہ' آپ ہمیں یہ بتلایئے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے تو یہ بات کہاں تک سچ ہے' اس لیے کہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا' جب میں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تو اب میں غلط بات آپ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کا کوئی وعدہ مجھ سے کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق و

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حضور کے منبر پر نہ کھڑا ہونے دیتا' میں ان دونوں کو انہیں ہاتھوں سے قتل کر ڈالتا' چاہے میرا ساتھ دینے والا کوئی نہ ہوتا۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک کسی نے قتل نہیں کیا اور نہ آپ کا یکا یک وصال ہوا' بلکہ کئی دن تک آپ کی طبیعت ناساز رہی اور جب آپ کی بیماری نے زور پکڑا اور مؤذن نے آپ کو نماز کے لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور مشاہدہ فرماتے رہے۔ مؤذن نے پھر آپ کو نماز کے لیے بلایا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کے لیے فرمایا۔ آپ کی ازواجِ مطہرات میں سے ایک نے (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت سے باز رکھنا چاہا تو آپ نے ناراضگی ظاہر کی اور فرمایا کہ تم لوگ تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کرنے کے بعد پھر انہیں کو اپنی دنیا کے لیے اختیار کر لیا' جس کو پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین یعنی نماز کے لیے منتخب فرمایا تھا' چونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور دین و دنیا دونوں کے قائم فرمانے والے تھے' اس لیے ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور سچی بات یہی ہے کہ وہی اس کے اہل بھی تھے۔ اسی لیے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کسی نے آپ کی خلافت سے روگردانی کی۔ اسی بناء پر میں نے بھی آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی۔ مالِ غنیمت یا بیت المال سے جو آپ نے دیا' وہ ہم نے بخوشی قبول کیا۔ اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا' میں گیا اور دل کھول کو لڑا' یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں' یعنی حدود جاری کیے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق کے بہترین جانشین اور سنت نبوی پر عمل کرنے والے تھے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے بالکل اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی کسی کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوا اور ایک فرد بھی آپ کی خلافت سے بیزار نہیں ہوا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حقوق بھی ادا کیے اور پورے طور پر ان کی اطاعت کی اور ان کے لشکر میں بھی شریک ہو کر دشمنوں سے جنگ کی۔ اور انہوں نے جو کچھ مجھے دیا' میں نے خوشی سے لے لیا۔ انہوں نے مجھے لڑائیوں پر بھیجا' میں نے دل کھول کر کافروں سے مقابلہ کیا اور آپ کے زمانۂ خلافت میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو سزائیں دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت' اسلام لانے میں سبقت اور اپنی دوسری فضیلتوں کی جانب دل میں غور کیا تو مجھے یہ خیال ضرور پیدا ہوا کہ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میری خلافت کے بارے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا' لیکن غالباً حضرت عمر کو یہ خوف ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کر دیں کہ جس کے اعمال کا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی خلافت کے لیے نامزد نہ فرمایا' بلکہ خلیفہ کے مقرر کرنے کا مسئلہ چھ قریشیوں کے سپرد کیا' جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ ممبروں نے انتخاب خلیفہ کے لیے کمیٹی طلب کی تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ اب خلافت میرے سپرد کر دی جائے گی' یہ کمیٹی میرے علاوہ کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھی کو خلیفہ منتخب کرے گی۔ جب کمیٹی کے سب افراد جمع ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عوف نے ہم لوگوں سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر فرما دے' ہم

سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام کو خوشی سے بجالائیں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آ گئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا' وہ اصل میں دوسرے کی بیعت کے لیے تھا۔ بہرحال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی اور خلیفۂ اوّل و دوم کی طرح ان کی اطاعت بھی قبول کر لی۔ ان کے حقوق ادا کیے' ان کی سرکردگی میں جنگیں لڑیں' ان کے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شرعی سزائیں بھی دیں۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ کہ جن سے میں نے نماز کے سبب بیعت کی تھی' وصال فرما چکے اور جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا' وہ بھی رخصت ہو گئے۔ لہٰذا یہ سوچ کر میں نے بیعت لینی شروع کر دی۔ مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ کے باشندوں نے اور کوفہ و بصرہ کے رہنے والوں نے میری بیعت کر لی۔ اب خلافت کے لیے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا ہے (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) جو قرابت' علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر نہیں' اس لیے میں اس شخص کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس تفصیلی بیان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ان کو خلافت کے لیے نامزد نہیں فرمایا تھا اور نہ ان سے اس قسم کا کوئی وعدہ فرمایا تھا' اسی لیے آپ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت سے انکار نہیں کیا اور نہ ان کی مخالفت کی' بلکہ ہر طرح سے ان کا تعاون کیا اور ان کے عطیات کو قبول فرمایا۔

دراصل راز یہ ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بلافصل خلیفہ منتخب ہو جاتے تو خلفائے ثلاثہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کی نعمت سے سرفراز نہ ہو پاتے' سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد ہی

میں انتقال کر جاتے' حالانکہ علمِ الٰہی میں یہ مقدر ہو چکا تھا کہ وہ تینوں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے سرفراز ہوں گے۔ تو خدائے تعالیٰ نے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اسی ترتیب سے خلیفہ منتخب کریں کہ جس ترتیب کے ساتھ وہ دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں' تاکہ ان میں سے کوئی حضور کی نیابت سے محروم نہ رہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

آپ کا علم

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم علم کے اعتبار سے بھی علمائے صحابہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے فتوے اور فیصلے اسلامی علوم کے انمول جواہر پارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی سے زیادہ مسائل شرعیہ کا جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں علم فرائض اور مقدمات کے فیصلہ کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت پیش کی گئی کہ جسے زنا کا حمل تھا۔ ثبوتِ شرعی کے بعد آپ نے اس کے سنگسار کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاملہ

عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے۔ اس لیے کہ زنا کرنے والی عورت اگرچہ گنہگار ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ بے قصور ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یاددہانی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کرلیا اور فرمایا: ''لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ'' یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔ علی کی موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچالیا۔ (رضی اللہ عنہما)

آپ کے فیصلے

برادرانِ ملت! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے ایسے عجیب وغریب اور نادر روزگار ہیں کہ جنہیں پڑھ کر بڑے بڑے عقلمندوں اور دانشوروں کی عقلیں حیران ہیں۔ اور یہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور ان کی دعا کی برکت ہے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ابھی ناتجربہ کار جوان ہوں' معاملات طے کرنا نہیں جانتا اور آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں۔ یہ سن کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: الٰہ العالمین! اس کے قلب کو روشن فرمادے اور اس کی زبان میں تاثیر عطا فرمادے! قسم ہے اس ذات کی جو چھوٹے بیج سے بڑا درخت پیدا کرتا ہے! اس دعا کے بعد سے پھر کبھی مجھے کسی مقدمہ کے فیصلہ میں کوئی تردّد نہیں رہا' بغیر کسی شک وشبہ کے میں نے ہر مقدمہ کا فیصلہ کردیا۔

اب آپ حضرات سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے چند فیصلے ملاحظہ فرمائیں!

آقا اور غلام

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے لڑکے کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اتفاق سے راستہ میں دونوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ لڑکے نے غلام کو مارا اور غلام نے اسے گالیاں دیں۔ کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ

کیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور اسے بیچنا چاہا۔ یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچا۔ آپ نے خادم قنبر سے فرمایا کہ اس کمرہ کی دیوار میں دو بڑے بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو کہ اپنے اپنے سر ان سوراخوں سے باہر نکالیں۔ جب یہ سب ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اے قنبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لاؤ۔ جب حضرت قنبر تلوار لے آئے تو آپ نے فرمایا: فوراً غلام کا سر کاٹ لو۔ اتنا سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر اندر کھینچ لیا اور دوسرا نوجوان اپنی حالت پر قائم رہا۔ اس طرح آپ کے اجلاس میں بغیر کسی گواہ و شہادت کے فیصلہ ہو گیا کہ آقا کون ہے اور غلام کون ہے۔ آپ نے غلام کو سزا دی اور اسے یمن بھیج دیا۔ (عشرہ مبشرہ)

حقیقی ماں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کرتی ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، دونوں کا کہنا تھا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے۔ آپ نے پہلے ان دونوں کو بہت سمجھایا لیکن جب ان کی ہنگامہ آرائی جاری رہی تو آپ نے حکم دیا: آرہ لاؤ! انہوں نے پوچھا: آرہ کس لیے منگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو آدھا آدھا دوں گا۔ حقیقت میں اس لڑکے کی جو ماں تھی، یہ سن کر بیقرار ہو گئی اور اس کے چہرہ سے غمگینی ظاہر ہوئی۔ اس نے نہایت عاجزی سے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! میں اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی۔ یہ اسی عورت کا ہے، آپ اسی کو دے دیجئے، مگر خدا کے واسطے اس کو قتل نہ کیجیے۔ آپ نے وہ لڑکا اسی بیقرار عورت کے دے دیا اور جو عورت خاموش کھڑی رہی، آپ نے اس سے فرمایا کہ تم کو شرم آنی چاہیے کہ تم نے میرے اجلاس میں جھوٹا بیان دیا۔ یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ (عشرہ مبشرہ)

ایک شخص کی وصیت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مرتے

وقت ایک دوست کو دس ہزار درہم دیئے اور وصیت کی کہ جب تم سے میرے لڑکے کی ملاقات ہو تو اس میں سے جو چاہو وہ اس کو دے دینا۔ اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا لڑکا وطن میں آ گیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گے؟ اس نے کہا: ایک ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا: اب تم اس کو نو ہزار دو۔ اس لیے کہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار ہیں اور مرحوم نے یہ وصیت کی ہے کہ جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔ (عشرہ مبشرہ)

سترہ اونٹ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں تین شخص آئے، ان کے پاس سترہ اونٹ تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ ہم میں ایک شخص آدھے کا حصہ دار ہے۔ دوسرا تہائی کا اور تیسرا نویں حصہ کا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں۔ کاٹ کر تقسیم نہ کریں اور نہ کسی سے کچھ پیسہ دلائیں۔

بڑے بڑے دانشور جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے آپس میں کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں اور وہ کاٹے نہ جائیں نہ کسی سے کچھ پیسے دلائے جائیں، اس لیے کہ جو شخص آدھے کا حصہ دار ہے اسے سترہ میں ساڑھے آٹھ (۱/۲۸) ملے گا اور جو شخص تہائی کا حقدار ہے ۲/۳۵ ہی اونٹ پائے گا۔ سترہ میں سے پورا چھ اسے بھی نہیں ملے گا۔ اور جس کا حصہ نوواں ہے، سترہ میں سے وہ بھی دو سے کم ہی پائے گا۔ تو ایک دو نہیں بلکہ تین اونٹوں کو ذبح کیے بغیر سترہ اونٹوں کی تقسیم ان لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں ہو سکتی۔

مگر قربان جایئے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی عقل و دانائی اور ان کی قوتِ فیصلہ پر کہ آپ نے بلا تامل فوراً ان کے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا دیا اور اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا ایک اونٹ اسی لائن کے آخر میں لا کر کھڑا کر دو جب آپ کے

اونٹ کو ملا کر کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے، تو جو شخص آدھے کا حصہ دار تھا آپ نے اسے اٹھارہ میں سے نو دیا اور اس طرح آپ نے نہ تو کوئی اونٹ کاٹا اور نہ ہی کسی کو کچھ نقدہ پیشہ دلوایا اور سترہ اونٹوں کو ان کی شرط کے مطابق تقسیم فرما دیا، جس پر کسی شخص کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

آپ کے اس فیصلہ کو دیکھ کر سارے حاضرین دنگ ہو گئے اور سب بیک زبان پکار اُٹھے کہ بے شک آپ کا سینہ فضل و کمال کا خزینہ، حکمت و عدالت کا سفینہ اور علمِ نبوت کا مدینہ ہے۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

آٹھ روٹیاں

دو آدمی سفر میں ایک ساتھ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ روٹیاں تھیں دوسرے کی تین۔ اتنے میں ایک شخص اُدھر سے گزرا، اس نے ان دونوں سے سلام کیا۔ انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیا اور تینوں نے مل کر وہ سب روٹیاں کھائیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے شخص نے آٹھ درہم دیئے اور کہا: آپس میں بانٹ لینا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تم تین درہم لو کہ تمہاری تین ہی تھیں۔ تین روٹی والے نے کہا: نہیں! بلکہ آدھے درہم ہمارے ہیں اور آدھے تمہارے، اس لیے کہ ہم دونوں نے مل کر روٹیاں کھائی ہیں۔ لہٰذا دونوں کا حصہ برابر چار چار درہم ہوگا۔ جب دونوں میں معاملہ طے نہ ہوا تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں پہنچے۔ آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد تین روٹی والے سے فرمایا کہ تمہارا ساتھی جو تین درہم تم کو دے رہا ہے، لے لو۔ اس لیئے کہ تمہاری روٹیاں کم تھیں۔ روٹیوں والے نے کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ غیر منصفانہ فیصلہ نہیں ہے۔ حساب سے تو تمہارا ایک ہی درہم ہوتا ہے۔ اس نے کہا: آپ حساب مجھے سمجھا دیجئے تو ہم ایک ہی درہم لے لیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کان کھول کر سنو! تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس کی پانچ۔کل آٹھ روٹیاں ہوئیں اور کھانے والے کل تین تھے۔تو ان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے۔اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے' یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے' آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ اس تیسرے شخص نے۔اب غور سے سنو! تمہاری تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں' تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا جو اس تیسرے شخص نے کھایا' لہٰذا تمہارا صرف ایک درہم ہوا۔اور تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اسکے سات ٹکڑے اس تیسرے شخص نے کھائے' لہٰذا سات درہم اس کے ہوئے۔ یہ فیصلہ سن کر تین روٹی والا حیران ہو گیا۔ مجبوراً اسے ایک ہی درہم لینا پڑا۔اور دل میں کہنے لگا: اے کاش! میں تین درہم لے لیتا تو اچھا تھا۔

ایک مرتبہ آپ حضرات پھر بلند آواز سے درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الخ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

برادرانِ اسلام! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے' جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر آپ لوگوں کے سامنے کیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر جاؤ' وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے' اس میں ایک مرد ایک

عورت آپس میں لڑتے ہوئے ملیں گے انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا واقعی وہ دونوں آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق ان دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج رات تم دونوں میں بہت لڑائی ہوئی۔ نوجوان نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو اس کی صورت سے مجھے سخت نفرت ہوگئی۔ اگر میرا بس چلتا تو اس عورت کو میں اسی وقت اپنے پاس سے دور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے جھگڑنا شروع کر دیا اور صبح تک لڑائی ہوتی رہی' یہاں تک کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی ہمیں بلانے کے لیے پہنچا۔ حاضرین کو آپ نے جانے کا اشارہ فرمایا' وہ چلے گئے' اس کے بعد آپ نے اس عورت سے پوچھا: تم اس جوان کو پہچانتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں! صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ کل سے میرا شوہر ہے۔ آپ نے فرمایا: اب تو اچھی طرح جان لے گی' مگر سچ سچ کہنا جھوٹ ہرگز نہیں بولنا۔ اس نے کہا: میں وعدہ کرتی ہوں جھوٹ قطعی نہیں بولوں گی۔ آپ نے فرمایا: تم فلاں کی بیٹی فلاں ہو؟ اس نے کہا: ہاں حضور! میں وہی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: تمہارا چچا زاد بھائی تھا جو تم پر عاشق تھا اور تو بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس نے اس بات کا بھی اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: تو ایک دن کسی ضرورت سے رات کے وقت گھر سے باہر نکلی تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے زنا کیا اور تو حاملہ ہوگئی۔ اس بات کو تو نے اپنے باپ سے چھپا رکھا۔ اس نے کہا: بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: مگر تیری ماں سارا واقعہ جانتی تھی۔ اور جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو رات تھی۔ تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی' تجھے لڑکا پیدا ہوا' تو نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا' اتفاق سے وہاں ایک کتا پہنچ گیا' جس نے اسے سونگھا' تو نے اس کتے کو ایک پتھر مارا جو بچے کے سر پر لگا' جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا' پھر تم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس لڑکے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا: ہاں حضور! ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اے امیر

المؤمنین! اس واقعہ کو میرے اور میری ماں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اُٹھا کر لے گیا اور اس کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا، کوفہ شہر میں آیا اور اب تجھ سے شادی کر لی۔ پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا: اپنا سر کھولو۔ اس نے اپنا سر کھولا تو زخم کا اثر ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ تمہارا لڑکا ہے۔ خدائے عزوجل نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ فرمایا: لے اسے اپنے ساتھ لے جا۔ تو اس کی بیوی نہیں ماں ہے اور یہ تیرا شوہر نہیں بیٹا ہے۔ (شواہد النبوۃ)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے محبوب بندے، عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے، بلکہ ان کے اندر ایسا کمال ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے سارے حالات جانتے ہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: حال تو دانند یک یک موبمو۔ زانکہ پر ہستند از اسرار ہو۔ یعنی اللہ کے محبوب تمہارے ہر حال سے ذرہ ذرہ آگاہ ہیں، اس لیے کہ ان کے اندر اسرارِ ربانی بھرے ہوئے ہیں۔

فرات میں طغیانی

کوفہ والوں نے آپ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اس سال دریائے فرات کی طغیانی کے سبب ہماری کھیتیاں برباد ہو رہی ہیں، کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔ آپ اُٹھ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک آپ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ پہنے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے، ایک گھوڑا منگا کر اس پر سوار ہوئے اور فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ عوام و خواص میں سے بہت لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلے۔ جب آپ فرات کے کنارے پہنچے تو گھوڑے سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اُٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لیا اور فرات کے پل پر آ گئے۔ اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ تھے، آپ نے عصا

سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک ہاتھ کم ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: کیا اتنا کافی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں! آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا' پھر ایک ہاتھ پھر کم ہو گیا۔ اس طرح جب تین فٹ پانی کی سطح نیچے ہوگئی' تو لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! بس اتنا کافی ہے۔ (شواہد النبوۃ)

سچ فرمایا: مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان نے کہ

یاد او گر مونس جانت بود
ہر دو عالم زیر فرمانت بود

یعنی خدائے تعالیٰ کی یاد اگر تمہارے جان کی ساتھی بن جائے تو دونوں عالم تمہارے تابع فرمان ہو جائیں۔

پانی کا چشمہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں مشغول تھے' آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگوں نے بہت دوڑ دھوپ کی' مگر پانی دستیاب نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: اور آگے چلو۔ کچھ دور چلے تو ایک گرجا نظر آیا۔ آپ نے اس گرجا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا: یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ہمیں اجازت دیجیے' شاید ہم اپنی قوت کے ختم ہونے سے پہلے پانی تک پہنچ جائیں۔ آپ نے فرمایا: اس کی حاجت نہیں۔ پھر اپنی سواری کو پچھم کی طرف موڑا اور ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہاں سے زمین کھودو۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تھی کہ نیچے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا' جسے ہٹانے کے لیے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہو سکا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ پتھر پانی پر واقع ہے' کسی طرح اسے ہٹاؤ۔ آپ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی مگر اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ اب شیر خدا نے اپنی آستینیں چڑھا کر انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا تو پتھر ہٹ گیا اور اس کے نیچے نہایت ٹھنڈا' میٹھا اور صاف پانی ظاہر ہوا

جو اتنا اچھا تھا کہ پورے سفر میں انہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ سب نے شکم سیر ہو کر پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اُٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا: اس پر مٹی ڈال دو۔ جب راہب نے یہ دیکھا تو آپ کی خدمت میں کھڑے ہو کر نہایت ادب سے پوچھا: کیا آپ پیغمبر ہیں؟ فرمایا: نہیں! پوچھا: کیا آپ فرشتۂ مقرب ہیں؟ فرمایا: نہیں! پوچھا: تو پھر آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں سیّدنا محمد رسول اللہ کا داماد اور ان کا خلیفہ ہوں۔ راہب نے کہا: ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو راہب نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

آپ نے راہب سے دریافت فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تم مدت سے اپنے دین پر قائم تھے اور آج تم نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے کہا: حضور! یہ گرجا اسی ہاتھ پر فتح ہونا تھا' جو اس چٹان کو ہٹا کر چشمہ نکالے۔ اور ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس چٹان کا ہٹانے والا یا تو پیغمبر ہوگا اور یا تو پیغمبر کا داماد۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اس پتھر کو ہٹا دیا تو میری مراد پوری ہوگئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔ جب راہب سے آپ نے یہ بات سنی تو اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا: سب تعریف خدائے تعالیٰ کے لیے ہے کہ میں اس کے یہاں بھولا بسرا نہیں ہو' بلکہ میرا ذکر اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ (شواہد النبوۃ)

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کہاں کیا چیز ہے؟ اور یہ درحقیقت علمِ غیب ہے' جو سرکارِ اقدس کے صدقے و طفیل میں انہیں حاصل ہوتا ہے۔

آپ کی خلافت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے علاوہ مدینہ طیبہ کے سب رہنے والوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ امیر المؤمنین ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا

مطالبہ آپ سے شروع کیا اور بہت سے لوگ اس مطالبہ میں شریک ہو گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے' بصرہ راستے میں ہی پڑتا تھا' یہاں ''جنگ جمل'' ہوئی' جس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی دونوں طرف کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ بصرہ میں آپ نے پندرہ روز قیام فرمایا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔

آپ کے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ پر خروج کیا' ان کے ساتھ شامی لشکر تھا۔ کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر کئی روز تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر یہ جنگ ایک معاہدہ پر ختم ہوئی۔ طرفین کے لوگ اپنے اپنے مقام کو واپس ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کوفہ واپس چلے گئے۔

جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک جماعت جس کو ''خارجی'' کہا جاتا ہے' آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی اور آپ کی خلافت سے انکار کر کے ''**لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ**'' کا نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ آپ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر تیار کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا سر کچلنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا' طرفین میں جنگ ہوئی' خارجی شکست کھا کر کچھ تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور کچھ بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوٹ مار شروع کر دی۔ آخر شیر خدا رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان کو تہ تیغ کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

خارجیوں کی سازش

تین خارجی یعنی عبدالرحمٰن بن ملجم' برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکیر مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ فیصلہ کیا ہم تینوں آدمی تین افراد حضرت علی بن ابی طالب' معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کو قتل کر دیں۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو' برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکیر نے حضرت عمرو بن العاص رضی

اللہ عنہ کو ایک ہی معین تاریخ پر قتل کرنے کا عہد کیا اور یہ تینوں بدبخت ان شہروں کو روانہ ہو گئے' جہاں جہاں ان کو اپنے اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنا تھا۔ ان میں سب سے پہلے ابن ملجم کوفہ پہنچا' وہاں خارجیوں نے رابطہ قائم کر کے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کی رات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے گا۔

امام سُدی فرماتے ہیں ابن ملجم ایک خارجیہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا جس کا نام قَطام تھا' اس نے اپنا مہر تین ہزار درہم' ایک غلام' ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل رکھا تھا۔ فرزدق شاعر نے اپنے ان اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے:

فلو ارمهرا ساقه ذو سماحة
كمهر قطام بين غير معجم
ثلثة الاف وعبد وقينة
وضرب على بالحسام المصمم
فلا مهر اغلى من على وان غلا
ولا فتك الا دون فتك ابن ملجم

یعنی میں نے کسی سخاوت کرنے والے کو ایسا مہر دیتے نہیں دیکھا' جیسا مہر کہ قطام کا مقرر ہوا' تین ہزار درہم' ایک غلام' ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل۔ تو آپ کے قتل سے بڑھ کر کوئی مہر نہیں ہو سکتا۔ اور ابن ملجم نے جو آپ کو دھوکے سے قتل کیا تو اس سے بڑھ کر کوئی قتل نہیں ہو سکتا۔

آپ کی شہادت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو علی الصبح بیدار ہو کر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آج رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی اُمت نے میرے ساتھ کجروی اختیار کی ہے اور سخت نزاع برپا کر دیا ہے۔ حضور

نے فرمایا: تم ظالموں کے لیے دعا کرو۔ تو میں نے اس طرح دعا کی: یا اللہ العالمین! تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچادے۔ اور میری جگہ ان لوگوں کو ایسا شخص مسلط کر دے جو بُرا ہو۔ ابھی آپ یہ بیان ہی فرما رہے تھے کہ ابن نباح مؤذن نے آواز دی: الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے گھر سے چلے۔ راستے میں لوگوں کو نماز کے لیے آواز دے دے کر آپ جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابن ملجم آپ کے سامنے آ گیا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا بھرپور وار کیا' وار اتنا سخت تھا کہ پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔ شمشیر لگتے ہی آپ نے فرمایا: ''فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ'' یعنی ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ آپ کے زخمی ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کی وصیت

حضرت عقبہ بن ابی صہبا کہتے ہیں کہ جب بد بخت ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔ یعنی آپ زخمی ہو گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا: بیٹے! میری چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا۔ حضرت امام حسن نے عرض کیا: وہ کیا ہیں؟ فرمایئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اوّل سب سے بڑی تونگری عقل کی دانائی ہے۔ دوسرے بیوقوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔ تیسرے غرور و گھمنڈ سب سے سخت وحشت ہے۔ چوتھے سب سے عظیم خُلق کرم ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی بیان فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوّل احمق کی محبت سے بچو' اس لیے کہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے' لیکن نقصان پہنچ جاتا ہے' دوسرے جھوٹے سے پرہیز کرو' اس لیے کہ وہ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کر دیتا ہے' تیسرے بخیل سے دور رہو' اس لیے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تم کو حاجت ہے' تھے فاجر سے کنارہ کش رہو' اس لیے کہ وہ

تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کر ڈالے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہونے کے باوجود جمعہ و سنیچر تک بقید حیات رہے لیکن اتوار کی رات میں آپ کی روح بارگاہِ قدس میں پرواز کر گئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی شب میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ ۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

چار برس آٹھ ماہ نو دن آپ نے اُمورِ خلافت کو انجام دیا اور ترسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور آپ کی نمازِ جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد امیر المؤمنین کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا، پھر اسکے ہاتھ پیر کاٹ کر ایک ٹوکرے میں ڈال دیا اور اس میں آگ لگا دی، جس سے اس کی لاش جل کر راکھ ہو گئی۔

آپ کا مزار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا گیا اور ایک مصلحت سے آپ کا مزار لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا، اس لیے وہ کہاں ہے اس میں اقوال مختلف ہیں۔ ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف کو اس لیے نہیں ظاہر کی گیا تھا کہ خارجی بد بخت کہیں اس کی بھی بے حرمتی نہ کریں۔ شریک کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسم مبارک کو دار الامارۃ کوفہ سے مدینہ طیبہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ مبرد نے محمد بن حبیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی جانے والی پہلی نعش حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اور ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم شہید ہو گئے تو آپ کے جسم مبارک کو مدینہ منورہ لے جانے لگے تاکہ وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کریں، لاش ایک اونٹ پر رکھی ہوئی تھی، رات کا وقت تھا، وہ اونٹ راستہ

میں کسی طرف کو بھاگ گیا اور اس کا پتہ نہیں چلا' اسی لیے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد وہ اونٹ سرزمین طے میں مل گیا اور آپ کے جسم مبارک کو اسی سرزمین میں دفن کر دیا گیا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۲۰)

آپ کے اقوالِ زرّیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے اقوال ہیں جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں' ان میں سے چند آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) علم مال سے بہتر ہے' علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی' علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

(۲) عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔

(۳) حلال کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کمائی چھوڑنے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔

(۴) تقدیر بہت گہرا سمندر ہے' اس میں غوطہ نہ لگاؤ۔

(۵) خوش اخلاقی بہترین دوست ہے اور ادب بہترین میراث ہے۔

(۶) جاہلوں کی دوستی سے بچو کہ بہت سے عقلمندوں کو انہوں نے تباہ کر دیا ہے۔

(۷) اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو کہ ہر خیر خواہ کے لیے کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔

(۸) انصاف کرنے والے کو چاہیے کہ جو اپنے لیے پسند کرے' وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی نبینا الکریم وعلٰی آلہٖ واصحابہ واخلفائہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

خطاب:۱۰

سیّدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

مَادرَاں رَا اُسوۂ کامِل بتُول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آج کا معاشرہ

آج کا معاشرہ زوال کی جس سطح پر جا رہا ہے وہ نہایت ہی قابلِ رحم ہے۔ آج کے معاشرے میں جہاں مرد حضرات میں خامیاں ہیں تو اسی قدر عورتیں بھی معاشرے کو بگاڑنے کا باعث ہیں۔

آج ہم اسلامی تعلیمات کو بھول گئے ہیں۔ ہمیں اسلام کا خیال نہیں ہے۔ ہمیں اخلاق کا خیال نہیں ہے۔ ہمیں تعلیماتِ رسول کا پاس نہیں ہے۔ بلکہ ہم اس وقت ایک کٹھ پتلی بن گئے ہیں، جسے ہر مداری گر اپنے اشاروں پر نچا سکتا ہے اور یہ مداری ٹیلی ویژن کی ظاہری طور پر خوبصورت سکرین ہے جو اندر سے نہایت ہی بھیانک ہے۔ میں آپ کے سامنے چند کھری کھری باتیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرات محترم! اگر ہم اپنی اسلامی اَقدار کے تحت زندگی بسر کرتیں تو آج اسلام کے زوال کا دَور نہ ہوتا۔

آج کیا ہو رہا ہے

آج عورتیں حقوقِ نسواں کے تحفظ کے لیے عالمی تنظیمیں بنا رہی ہیں۔ آج عورتیں

مرد کی برابری کے حقوق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ آج عورتیں اسمبلی میں بیٹھ کر غلیظ باتیں سُن سُنا کر یہ سمجھ رہی ہیں کہ یہ ہمارا حق ہم سے چھینا گیا تھا، ہم یہ حاصل کر چکی ہیں۔

میں آپ کے سامنے تصویر کے دونوں رُخ رکھوں گا تاکہ آپ پہچان سکیں کہ ہمیں ان چند باتوں پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں۔ ان چند باتوں کے بعد اب میں آپ کے سامنے ایک ایسی ہستی کا ذکر کروں گا، جن کی حیاتِ طیبہ ہر عورت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

سیّدہ کی حیات مبارکہ

اگر کوئی بیٹی ہے تو بیٹی کے روپ میں سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرے۔

اگر کوئی بیوی ہے تو ازدواجیت سیّدہ زہراء سلام اللہ علیہا کے مولائے کائنات سے رشتہ ازدواجیت کا مطالعہ کرے۔

اگر کوئی ماں ہے تو حسنین کریمین کی امی جان کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرے۔

الغرض! ہر ایک پہلو سے سیّدہ پاک کی زندگی مشعلِ راہ ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت جمادی الثانی کی بیس تاریخِ نبوت کا پہلا سال تھا کہ سیّدہ پاک حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی گود میں تشریف لائیں۔

آپ کی کنیزیں بن کر سارہ والدۂ اسحاق علیہ السلام، مریم بنت عمران، کلثوم خواہرِ موسیٰ علیہ السلام اور آسیہ فرعون کی بیوی رضی اللہ عنہن آئیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء کی ولادت پر جنت سے حوریں سلام کے لیے حاضر ہوئیں۔ (روضۃ الشہداء البتول)

مینارۂ نور

سامعین محترم! حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء کی حیاتِ طیبہ ہمارے لیے مینارۂ نور ہے۔ ہمارے لیے درسِ ہدایت ہے۔

حجرۂ حضرت خدیجہ مثلِ جنت زار ہے
رحمتیں ہی رحمتیں ہیں مطلعِ انوار ہے

مخزنِ انوار و رحمت منبعِ برکات ہے
ہو رہی ہر سُو مسلسل نُور کی برسات ہے
آ چکی ہے رحمتِ رَبِّ دو عالم جوش میں
نُور کا ٹکڑا ہے صائمؔ نور کی آغوش میں

سیّدہ کا بچپن

سیّدہ پاک کا بچپن مبارک دیکھیں اور ہدایت حاصل کریں کہ سیّدہ پاک کا بچپن مبارک کیسا نورانی تھا۔ آپ کے بچپن مقدس میں بھی شعور کی جھلکیاں پورے طور پر نمایاں تھیں۔

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ البتول شریف میں فرماتے ہیں کہ ملکۂ فردوس بریں جناب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں کہ مجھے کسی بچے کی پرورش میں اتنا کیف و سرور نہیں حاصل ہوا' جس قدر سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی پرورش میں ہوا۔

آئیں دیکھیں کہ بیٹی کی گزر کیسے ہوئی؟ جب آپ کی عمر مبارک اڑھائی سال ہوئی تو اُس وقت اسلام کی اس سخت ترین آزمائش کا وقت تھا۔

سیّدہ کے والد ماجد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام کے صلہ میں جو ہولناک مصائب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس پر کفارِ عرب کی طرف سے توڑے گئے' وہ حدِ بیان سے باہر ہیں۔

یہ سیّدہ پاک کا بچپن ہے۔ اندازہ فرمایئے کہ چند سال کی بچی کے سامنے جب ان کے مکان پر پتھر برسائے جائیں' اُن کے باپ کی راہ میں کانٹے بچھائے جائیں۔ پوچھو اپنے دل سے کہ اُس بچی کی کیا کیفیت ہوگی!

نماز پڑھتے ہوئے جس کے باپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر بل دیئے جائیں کہ سانس رُکنے لگے' اُس معصوم بچی کی حالتِ زار کا اندازہ کریں۔

باپ پر مصائب

دیکھیں مصائب و آلام! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں، جب آپ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابوجہل اور اس کے حواریوں نے آپ کے کاندھے مبارکہ کے درمیان اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی۔

سرکار سجدے میں تشریف فرما رہے ہیں۔ سیّدہ پاک پانچ یا چھ سال کی عمر مبارکہ میں تھیں، آپ تشریف لائیں اور اپنے باپ کے کندھوں سے اوجھڑی ہٹائی اور ان ظالموں کو بُرا بھلا کہا۔

اپنے والد کے ساتھ ہر دُکھ میں شامل بچی نے ہمیشہ اپنے والد کو فرحت دی۔ باپ کے غموں کی ساتھی بچی نے تمام بچیوں کو سبق عطا فرمایا کہ اگر باپ پر کوئی مصیبت آئے تو تم باپ کے دکھ درد میں شریک ہو جاؤ اور باپ کی خدمت سے منہ نہ موڑو۔

یہ کیسا سلوک ہے!

لیکن آج کی بچیاں وہ سبق بھلا چکی ہیں۔ جب باپ پر مصیبت آتی ہے تو اپنے باپ کے ساتھ غلط سلوک روا رکھتی ہیں۔ کڑی آزمائشوں میں سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے اپنے والد کا ساتھ کیسا نبھایا۔

جب شعبِ ابی طالب رضی اللہ عنہ میں سرکار کو اہلِ خانہ سمیت محصور کیا گیا تو اپنے والد کی آزمائش میں برابر کی شریک سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے کس صبر اور استقلال کا مظاہرہ فرمایا۔

تین سال کے اس پُر تکلف دور میں اپنے والدِ محترم کے ساتھ آلام برداشت کیے۔ سیّدہ پاک نے بیٹیوں کو درس دیا کہ تمہارے باپ پر جب بھی کوئی آزمائش آئے

جب بھی کوئی تنگی آئے،

جب بھی افلاس کا دَور ہو،

جب بھی مصائب ہوں،

جب بھی آزمائش ہو،

جب بھی بھوک ہو تو اپنے والد کے ساتھ اس فرمانبرداری سے پیش آؤ کہ باپ کو اپنی تکالیف بھول جائیں۔ باپ کو تسلیاں دو۔ باپ کے غم میں برابر کی شراکت کرو، اگر ماں پر کوئی پہاڑ ٹوٹے تو ماں کا ساتھ دو۔ ماں کی خدمت اس طرح کرو۔ ماں سے محبت اس طرح کرو جیسے سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے کی ہے۔ ماں کوئی بھی ہو، اولاد کے لیے سب سے بڑا انعامِ خداوندی ہے۔ ماں دنیا میں اولاد کے لیے سایہ دار شجر ہے۔

ماں کا مقام

اے میرے سامعین! یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ ماں اپنی اولاد سے والہانہ محبت کرتی ہے۔ ماں کی محبت میں کوئی لالچ نہیں ہوتا!

ماں کے سینے میں وفا ہی وفا ہے،

ماں اپنی وفاؤں کا بدلہ نہیں چاہتی،

ماں کا ایثار بے مثال ہے،

ماں اولاد کے لیے محبت ہی محبت ہے،

ماں راحت ہی راحت ہے،

ماں پیار ہی پیار ہے،

ماں ایثار ہی ایثار ہے،

ماں قرار ہی قرار ہے،

ماں بہار ہی بہار ہے،

ماں وہ عظیم نعمت ہے جس کی نہ تو کوئی مثال ہے اور نہ نظیر ہے۔ ایثار و خلوص کی بلندیوں کو ماں کہتے ہیں۔ مہر و وفا کی گہرائیوں کو ماں کہتے ہیں۔

ماں میں ممتا ہے،

ماں کے پیار میں کیف ہے،

ماں کے پیار میں سرور ہے'
ماں کے پیار میں نور ہے'
ماں کے پیار میں سکون ہے'
ماں کے پیار میں راحتیں ہیں'
ماں کے پیار میں تسکین ہے'
ماں کے پیار میں تقدس ہے'
ماں کے پیار میں عظمت ہے'
ماں کے پیار میں راحت ہے'
ماں کے پیار میں صداقت ہے'
ماں کے پیار میں عیت ہے'
ماں کے پیار میں لطافت ہے'
ماں کے پیار میں شفافت ہے'
ماں کے پیار میں ذوق ہے'
ماں کے پیار میں عشق ہے'
ماں کے پیار میں شوق ہے'
ماں کے پیار میں رحم ہے'
ماں کے پیار میں کرم ہے'
ماں کے پیار میں اخلاص ہے'
ماں کے پیار میں احساس ہے'
ماں کے پیار میں کشش ہے'
ماں کے پیار میں زندگی ہے'
ماں کی ممتا مرکز تجلیات ہے'

ماں کی ممتا سرچشمہ حیات ہے'
ماں کی محبت میں تصنع نہیں ہے'
ماں کی محبت میں دکھاوا نہیں ہے'
ماں کی محبت میں غرض نہیں ہے'
ماں کی محبت میں بناوٹ نہیں ہے'
ماں کی محبت میں لالچ نہیں ہے'
ماں کی محبت میں ہوس نہیں ہے'
ماں کی محبت میں ریاکاری نہیں ہے'
ماں کی محبت میں مطلب براری نہیں ہے
ماں کی محبت تقدیس وعظمت کا شفاف آئینہ ہے'
ماں کی ممتا میں پھولوں کی مہک ومسکراہٹ ہے'
ماں کی ممتا میں کلیوں کی پاکیزگی ولطافت ہے'
ماں کی ممتا میں چاند کی تابانی اور ستاروں کی ضیاء ہے'
ماں کی آغوش میں کافوری ٹھنڈک ہے'
ماں کی گود مرکز راحت ہے'
ماں کی آنکھیں سرچشمۂ آبِ حیات ہیں اور ماں کا دل!

دل کے متعلق کوئی کچھ نہیں بتا سکتا بلکہ ماں بھی نہیں جانتی کے اس کے دل کو مشیتِ ایزدی نے کس ترتیب سے کیفیت ومحبتِ اولاد سے معمور کیا ہے۔

ماں کا دل وہ دل ہے کہ جس کی وسعتیں اتنی بے کنار ہیں کہ اس میں دونوں جہان کی خوشیاں بھی سمٹ جاتی ہیں اور کائنات کے تمام غم وآلام بھی سما جاتے ہیں۔ ماں کی ممتا کا نام وہ جذبہ خلوص وایثار ہے' جسے زوال ہے نہ فنا ہے۔ (البتول ص ۳۶)

حضراتِ محترم! یہ فطری بات ہے کہ ماں کو اُنس بیٹے کی نسبت بیٹی سے ہوتی ہے۔

ماں بیٹی کی محبت ہر اعتبار سے الگ ہے' لیکن کوئی ماں سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر نہیں ہے اور کوئی بیٹی سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر نہیں' دونوں میں محبت کی معراج تھی۔

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا بیمار ہوئیں' آپ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی جدائی نے پریشان کر دیا۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے بارگاہِ رسالت میں وصیت کی: یارسول اللہ! میری ایک درخواست ہے۔ ایک التجا ہے اور مجھے یقین ہے کہ رحمت للعالمین کے دربار سے مایوس نہیں ہونا پڑے گا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں' آپ نے تقریباً روتے ہوئے فرمایا:

میری رفیق و غمگسار جو بھی کہنا چاہتی ہو' کہو۔ تمہاری وصیت پر پورا پورا عمل کیا جائے گا! جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنی بیٹیوں زینب و کلثوم ورقیہ کی طرف سے پورے طور پر مطمئن ہوں' میں نے ان کی شادیاں کر دی ہیں۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی خواہش

یارسول اللہ! تمام کو اپنی خواہش کے مطابق جہیز دے کر اپنا فرض پورا کر چکی ہوں۔ مگر ابھی میری سیّدہ فاطمہ کی شادی کرنا باقی ہے' میں اسکی طرف سے بڑی پریشان ہوں' پھر بھی مجھے توقع ہے کہ آپ اس کے سر پر اپنا دست شفقت ضرور رکھیں اور اس کی شادی کے اُمور خود انجام دیں گے۔

میں استدعا کرتی ہوں کہ آپ اس کی شادی کا معاملہ دوسروں پر نہ چھوڑیں' بلکہ ہر معاملہ کی خود کفالت فرمائیں' تاکہ اسے احساس نہ ہونے پائے کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی درخواست سنی تو تڑپ کر رہ گئے۔ پھر جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو آغوش میں لے کر فرمایا:

فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ پھر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کو مخاطب کر کے فرمایا: ہم انشاء اللہ تمہاری وصیت پر پورا پورا عمل کریں گے۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا وقت آخر!

حضرات ذی وقار! جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا وصیت کرتے کرتے کمزوری اور رقت کی وجہ سے بے ہوش ہو چکی تھیں۔ جناب سیّدہ پاک نے اپنی اماں کی حالت دیکھی تو رونے لگیں۔ ماں کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ کر ملنے لگیں۔

آپ فریاذ پر فریاد کر رہی ہیں۔ اور اس قدر روتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے قرار ہو جاتے ہیں۔ جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ماں کی حالت دیکھ دیکھ کر اس قدر زاری کرتی ہیں کہ دنیا میں کوئی اس قدر نہیں رویا' آپ والدہ کے سینے پر سر رکھ کر فریاد کر رہی تھیں کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے آنکھ کھول دی' بیٹی کو اپنے ساتھ لپٹے ہوئے دیکھ کر آپ بھی رونے لگیں۔

آپ روتی بھی جا رہی ہیں اور بیٹی کو تسلی بھی دے رہی ہیں۔ پھر آپ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک درخواست پیش کر دی کہ یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ کچھ دیر میرے سامنے ہی تشریف فرما رہیں' تا کہ میں آخری بار نیاز مندانہ سلام الوداع عرض کر سکوں۔

میرے سرتاج مجھے مرنا تو ہے ہی مگر آپ سامنے ہوں گے تو جان آسانی سے نکل جائے گی۔ احساسِ مرگ کم ہو جائے گا' میرے آقا آپ کی خدمت گزاری میں پچیس سال بسر ہو گئے' مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ چند گھڑیاں تھیں جو آپ کی رفاقت میں گزاریں اور اب پھر علیحدہ ہو رہی ہوں۔

میں التماس کرتی ہوں کہ قیامت کے دن مجھے اپنے دامنِ رحمت میں جگہ دینا اور میری طرف سے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا۔ میں درخواست کرتی ہوں کہ میری شفاعت وسفارش فرما کر میری مشکلات کو حل فرمانا۔ اس بات کو اشعار میں حضور قبلہ علامہ

صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: بڑے خوبصورت شعر ہیں' سماعت کریں! اس کے بعد میں اپنے موضوع کی طرف لوٹوں گا۔

وصیت اشعار میں

کہا رو کر خدیجہ نے میرے آقا میرے مولا
اے سر تاج' خدیجہ رحمت عالم شہ والا
نہیں کچھ غم مجھے سرتاج اپنی جان جانے کا
ہے غم بس آپ کے دن رات کے صدمے اُٹھانے کا
نجانے آپ پر کیا کیا مصیبت اور آئے گی
ستم اب پر جفا نیا یہ کتنے اور ڈھائے گی
یا پھر میں اس لیے اے سرورِ کونین روتی ہوں
کہ اب محبوب کی نعلینِ پا سے دور ہوتی ہوں
خدا جانے یہ دل جنت میں اب کیسے جلے آقا
میری جنت تو تھی بس آپ کے قدموں تلے آقا

داغِ یتیمی

بالآخر سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا عظیم سہارا آغوشِ قبر میں چلا گیا۔ اب بیٹی کے لیے دُکھوں اور دردوں میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ البتول میں منقول ہے:
پہلے تو جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم ٹوٹتے تھے تو ماں بیٹی مل کر آنسو بہا لیا کرتی تھیں۔ اور رو دھو کر ایک دوسری کا غم غلط کر لیا کرتی تھیں۔ اب آپ کسی سے بات نہ کرتیں' کیونکہ آپ کو تسلی دینے والی والدہ نہ تھیں۔ کون آپ کے غم کا مداوا کرتا۔ باپ ہی کا تو غم تھا' پھر باپ کی تسلی سے دل کو چین کس طرح آتا۔ جناب خدیجہ کی موت سے بھرا ہوا گھر خالی ہو گیا۔ ایک ماں کے ہونے سے سارا گھر بھرا بھرا لگتا تھا۔ مگر اب تو ایسے تھا جیسے قبرستان بن گیا ہو' اُداسی ہی اُداسی اور خاموشی ہی خاموشی ہے۔

درو دیوار سے حسرت ٹپک رہی ہے' جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا غم کی تصویر بنی ہوئی ہیں۔ اس بیٹی سے پوچھو جس کی ماں دنیا سے چلی جائے کہ دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ جناب سیّدہ حسرت و یاس کی تصویر بنی ہوئیں ماں کے ہاتھوں کی رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھتی ہیں کہ شاید اسی طرح کچھ قرار آ جائے' مگر قرار کیا آتا دل اور بھی ڈوب جاتا' آنکھوں کے چشمے اور تیزی سے بہنے لگتے۔

سیّدہ پر آزمائشیں

کچھ وقت درد و کیفیت میں گزرا۔ اس دوران طائف کا واقعہ پیش آیا جو آزمائش امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی' اس میں سیّدہ برابر کی شریک تھیں۔ باپ کے زخم پر درد سیّدہ محسوس کر رہی تھیں۔

زندگی کیسے گزاریں!

حضراتِ محترم! اگر ہم جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے اسوۂ حسنہ پر غور کریں کہ انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ وقت کیسے گزارا' کون سی گھڑی تھی جب آزمائش نہ ہوئی۔ کون سا وقت تھا جب اسلام کی بلندی کے حصول کے لیے مصیبت نہ آئی ہو۔ لیکن صبر کی ملکہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے بچپن سے لے کر اپنے والد کا گھر چھوڑنے تک جس طریقے سے زندگی بسر کی' وہ ایک مشعل راہ ہے۔ آپ نے بچپن میں کھلونے نہیں مانگے' بلکہ والدین کے لیے دعائیں مانگیں۔

آپ نے اپنا بچپن ایسا بے داغ گزارا' جس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے ایام میں کبھی والدین سے ناجائز فرمائش نہیں کی' آپ نے والدین سے زیور کا تقاضا نہیں کیا۔ آپ نے کبھی نئے فیشن کے کپڑے طلب نہیں کیے۔

آپ نے کائنات کی خاتونِ جنت ہونے کے باوجود بھی کبھی فیشن نہیں فرمایا۔ سیّدہ پاک نے ساری زندگی سادگی کو پسند فرمایا۔ آپ کی زندگی میں ایک واقعہ نہیں ملتا کہ آپ عام بچیوں کی طرح کھیلی ہوں۔

آپ نے اس انداز سے زندگی اپنے والدین کے گھر میں گزاری جو نہایت ہی پیارا انداز ہے۔ وہ معصومیت بھرا انداز جو بے مثال ہے۔ ہم جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء کی تصویر کامل تو نہیں بن سکتیں، لیکن ان کی کنیزوں میں نام لکھوانے کے لیے کوشش تو کر سکتی ہیں۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی پیروی کرو!

ان کی لونڈیوں کی فہرست میں شامل ہونے کے لیے ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل تو کر سکتی ہیں۔ ان کی زندگی کو اپنے لیے زندگی گزارنے کا نمونہ تو بنا سکتی ہیں۔ کیا ٹیلی ویژن دیکھ کر ہم سیّدہ پاک کی رضا حاصل کر لیں گی؟ کیا جدید فیشن اور میک اَپ کے ذریعے ہم رضائے فاطمہ حاصل کر لیں گی؟

کیا ہمارے بے پردہ رہنے سے سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا خوش ہوں گی؟ جن کے پردے کا یہ عالم تھا کہ کبھی انسان تو انسان کسی فرشتے نے آپ کو نہیں دیکھا۔ جن کے گھر نظریں جھکا کر جبریل امین علیہ السلام آتے تھے۔

جن کی روح مبارک قبض کرنے کی ہمت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو نہ ہوئی۔ وہ سیّدہ پاک کہ جن کا پردہ بے مثال تھا۔ سیّدہ پاک سے سوال کیا گیا کہ پردہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پردہ اسے کہتے ہیں کہ نہ کوئی اس کی طرف دیکھے اور نہ وہ کسی کی طرف دیکھے۔ یہ پردہ ہے۔ کیا ہم اپنی حرکتوں کی وجہ سے جناب سیّدہ کی ناراضگی مول نہیں لے رہیں؟ ارے سنو! سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ناراضگی سے بچو۔ میرے رسول نے فرمایا: جس سے فاطمہ ناراض ہوگئیں، اس سے میں ناراض ہوگیا اور میرے ناراض ہونے سے اللہ ناراض ہوگیا۔

اسلامی روایات اپناؤ!

اے میرے سامعین! ہمیں چاہیے کہ ہم اسلامی روایات کو اپنائیں۔ ہماری ہر بات اسلامی فرامین کے مطابق ہو۔ آج جب عورتیں بازار جاتی ہیں تو بال کھلے ہوئے

ہوتے ہیں۔ کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے بدن نظر آتا ہے۔ جب کوئی چیز خریدتی ہیں تو بحث مباحثہ کر کے خوش ہوتی ہیں۔

غیر اسلامی باتیں

یہ سب باتیں غیر اسلامی ہیں۔ میری استدعا ہے کہ جو بھی میری بات سن رہی ہیں حتی الامکان کوشش کریں کہ بازار نہ جائیں۔ مجبوراً کبھی جانا پڑتا ہے' اگر کسی چیز کی ضرورت ہو' اپنے والد' اپنے بھائی اور شادی شدہ عورتیں اپنے شوہر سے کہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر عورتیں اپنے گھر والوں سے یہ کہیں کہ ہم بازار جانا اچھا نہیں سمجھتیں' لہٰذا یہ چیزیں آپ لا دیں تو وہ بڑی خوشی سے تمام ضروریات کو پورا کریں گے۔

بے جا فرمائش نہ کریں' کیونکہ یہ بھی غلط بات ہے۔ بعض اوقات معاشی حالات اس قدر سازگار نہیں ہوتے کہ ہر ہفتے نیا سوٹ سلایا جائے۔ لہٰذا اپنے گھر والوں سے اس سلسلہ میں معاونت کرنی آپ کا فرض ہے۔ آپ دیکھیں کہ آپ کی فرمائش سے گھر والے تنگ تو نہیں ہو رہے۔ اگر ہو رہے ہوں تو اشد ضروری چیز کے علاوہ کچھ نہ منگوائیں۔

جناب سیّدہ کی طرزِ زندگی کی طرف غور کریں۔ کہاں ہم کہاں وہ سیّدہ! ہم خاک ہیں وہ نور ہیں۔ ہم کچھ بھی نہیں' وہ سب کچھ ہیں۔ ہم ان قدموں پہ قربان وہ تو ملکۂ فردوس ہیں۔ وہ تو شہزادیٔ کونین ہیں۔

ساری کائنات ان کے والد کے صدقہ سے بنائی گئی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا اُسوہ کیا ہے! کیا حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے زیورات اور نت نئے کپڑے پسند فرمائے ہیں!

جب نہیں ہے تو پھر ہمیں بھی چاہیے کہ ہم سیّدہ کے نقشِ قدم پر چلیں۔
ہمیں چاہیے کہ ہم سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی پیروی کریں۔
ہمیں چاہیے کہ ہم بے جا نمود و نمائش سے بچیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم پردے کی پابندی کریں۔ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اس طرح پیروی کریں، جس طرح سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے کی۔

چغل خوری بُری بلا!

آئیں سیّدہ پاک کے اُسوۂ مبارک کا مطالعہ کریں اور اپنی اصلاح کریں!

حضراتِ محترم! آج ہم میں چغلی جیسی بُری عادت سرایت کرگئی ہے۔ جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی حیاتِ طیبہ اس سے منزہ تھی اور ہمیں آپ کی زندگی کو اپنے لیے نمونۂ حیات بنانا چاہیے۔تو ہمیں چاہیے کہ کبھی چغلی نہ کریں۔آؤ قرآن پاک کا ارشاد سنیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ.

خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''ھمزہ لمزہ'' ان لوگوں کو کہتے ہیں جو چغلیاں کرکے لوگوں میں لڑائیاں کرواتے ہیں۔

(تفسیر درمنثور ج٦)

کچھ مفسرین فرماتے ہیں: ہمزہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے سامنے بُرائیاں کرتے ہیں اور لمزہ وہ لوگ ہیں جو پیٹھ پیچھے بُرائیاں کرتے ہیں۔

یہ گناہ کبیرہ ہے

چغل خوری کرنا بہت زیادہ گناہ کا کام ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے چغل خوری کو حرام زدگی سے تشبیہ دی ہے۔ایک چغل خور کا واقعہ سنیں!

ایک حکایت

ایک شخص ایک غلام کو فروخت کر رہا تھا اور کہتا تھا: اس میں سوائے اس عیب کے اور

کوئی عیب نہیں کہ یہ چغل خور ہے۔ایک آدمی نے اس عیب کو معمولی عیب سمجھ کر خرید لیا۔

ایک دن اس غلام نے اپنے مالک کی بیوی سے کہا: تیرا خاوند تجھے پسند نہیں کرتا' اب وہ ایک اور خوبصورت لونڈی خریدنے والا ہے۔تو ایسا کر جب وہ سو جائے تو اس کے حلق کے نیچے سے استرے کے ساتھ چند بال اتار لے تو میں تجھے ایسا جادو کر کے دوں گا' وہ تیرا عاشق ہو جائے گا۔پھر وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور کہنے لگا: تیری عورت کسی اور مرد پر عاشق ہے اور وہ تجھے قتل کرنا چاہتی ہے' تو رات سونا مت اور آنکھ بند کر لینا' تیری بیوی تجھے قتل کرنے آئے گی۔

چنانچہ رات کو اس شخص نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا۔عورت استرہ لیے ہوئے آئی اور بال تراشنے کے لیے اپنے خاوند کی داڑھی پر ڈالا تو خاوند کو یقین ہو گیا کہ واقعی عورت مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔وہ اُٹھا اور عورت کو قتل کر دیا' جب اس بات کا علم عورت کے رشتہ داروں کو ہوا تو انہوں نے مرد کو قتل کر دیا اور دونوں خاندان والوں میں سخت خون ریزی ہوئی۔

سامعین حضرات! دیکھا چغل خوری کا انجام۔اس لیے سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: چغلی کرنا ایسے ہے کہ مسلمان کا گوشت کھایا جائے۔

کسی کی چغلی کرنا اور سننا دونوں طرح ہی بُرائی میں شمار ہوتا ہے۔اگر کوئی آپ کے سامنے چغلی کرنا چاہتی ہو تو فوراً آپ اسے منع کر دیں اور سمجھائیں کہ یہ طریقہ مسلمانوں کا نہیں ہے' بلکہ منافقین کا ہے۔ہم سب غلامان حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں' ہمیں چاہیے کہ ہم اس قسم کی بُری حرکات سے باز رہیں۔ایک اور بات سنیں!

ایک دلچسپ واقعہ

ایک شخص نے کسی دانا سے پوچھا کہ آسمان سے زیادہ بھاری چیز کون سی ہے؟ زمین سے زیادہ وسیع کون سی ہے؟ پتھر سے زیادہ سخت کون سی چیز ہے؟ آگ سے زیادہ گرم کون سی چیز ہے؟ اور برف سے زیادہ ٹھنڈی کون سی چیز ہے؟ اور وہ کون سی چیز ہے جو

دریا سے زیادہ تونگر ہے؟ اور وہ کون سی چیز ہے جو یتیم سے زیادہ حالت ذلالت میں ہے؟
دانا نے جواب دیا کہ بے گناہ پر بہتان لگانا آسمان سے زیادہ بھاری ہے' حق زمین سے زیادہ فراخ ہے' کافر کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے' حسد آگ سے زیادہ گرم ہے' جو شخص عزیز و اقارب کی حاجت روائی نہ کرے وہ برف سے زیادہ سرد ہے' اور قناعت کرنے والے کا دل دریا سے زیادہ تونگر ہے اور چغل خور یتیم سے زیادہ ذلیل ہے۔

حضراتِ محترم! چغل خور نہ اللہ کو پسند ہے نہ رسول اللہ کو پسند ہے۔ نہ چغلی حضرت بی بی سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو پسند ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ کوشش کریں کہ چغلی سے بچا جا سکے۔

سیّدہ کا پردہ

حضرت بی بی سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے پردے کی ایسی مثال قائم فرمائی کہ

پردہ ایناں کہ جس دی زمین نے وی
کدی ویکھی نہ پیراں دی تلی ہووے
صائم کون پہنچے اس دی شان تیکر
جو محمد دی گود وچہ پلی ہووے

آج عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ آئیں سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے پردہ کے بارے میں سنیں!

کبھی سورج اور زمین نے آپ کو بے پردہ نہ دیکھا۔
آپ کو کبھی کسی نامحرم انسان نے نہیں دیکھا۔
آپ نے کبھی نامحرم انسان کو نہیں دیکھا۔
آپ نے اس طریقے سے زندگی بسر کی جو آپ ہی کا خاصہ تھا۔ آپ کے اس طرح باپردہ ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ آپ بنت رسول تھیں' آپ عترتِ رسول تھیں۔

سامعین محترم! جناب سیّدہ نے بازاروں میں جا کر تقریریں نہیں کیں۔ ارے آپ کا پردہ تو ایسا لاجواب تھا کہ جس کی مثال ہی نہیں ہے۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں: جناب سیّدہ باغِ فدک کے غم میں پریشان رہیں۔ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کائنات کی ملکہ کے سامنے باغِ فدک کی حیثیت کیا ہے؟ لیکن یہ بات اور ہے کہ آپ نے فقر کو اس دنیا میں پسند فرمایا۔

سب کچھ مل جاتا ہے

حضرات محترم! سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا وہ ہستی ہیں' جن کے والد کونین کے تاجدار ہیں۔ جن کے شوہر ولیوں کے سردار ہیں۔ جن کے بیٹے جنت کے سردار ہیں۔ جو خود ساری کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اگر سیّدہ پاک مال و دولت سے پیار کرتیں تو ساری کائنات کی دولت آپ کے قدموں تلے آ جاتی۔

اگر آپ زیور سے پیار کرتیں۔ اونچے بنگلوں سے محبت کرتیں تو ہر چیز آپ کے پاس غلامی کا دَم بھرتی ہوئی حاضر ہوتی۔ لیکن جناب سیّدہ نے اس دنیا کو پہچانا اور اس کا بھیانک چہرہ کے بارے میں آپ جانتی تھیں۔

لہٰذا آپ نے اس کائنات میں دولت سے فقر کو بلند سمجھا کیونکہ فقر کی عظمت ایسی ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں. الفقر فخری۔ فقر میرا فخر ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فقر پر فخر فرماتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ فقر انتہائی اعلیٰ مقام ہے۔

آج جو لوگ فقر کو مقام نہیں جانتے' وہ قرآن وحدیث کے مفہوم سے بے خبر ہیں۔ جو فضیلت فقر کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے دولت کی نہیں' بلکہ دولت کے بارے میں تو حدیث قدسی ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اگر میرے نزدیک دنیا کی حیثیت ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو میں کسی کافر کو دنیا نہ دیتا۔ اور حدیث شریف ہے کہ دنیا مؤمن کے لیے

قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

سیّدہ کا مقام

آج ہم فقر سے دور ہو چکے ہیں، اگر کسی کے پاس فقر آ بھی جائے تو وہ صبر و شکر کی بجائے شکوے پر اُتر آتا ہے، حالانکہ فقر آنے کے بعد صبر و شکر ہی انسان کو اعلیٰ منزل کی طرف لے کر جاتا ہے۔

جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا فقر اور پھر صبر شکر ملاحظہ فرمائیں تاکہ ہم بھی اسوۂ کامل بتول پر عمل کر سکیں۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب فقر کی انتہا ہو جاتی ہے تو وہ اللہ ہو جاتا ہے۔ یعنی فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام "تم الفقر فهو الله" رکھا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ سات ارواح ہیں، جو اس مقامِ عظیم پر فائز ہیں۔ ان سات ارواح کے سلطان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان ساتوں میں روحِ اوّل جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ہے۔ (رسالہ روحی ص ۱۲)

وہ ارواح لا یحتاج ہو جاتی ہیں اور اللہ رب العزت نے فی الحقیقت جناب سیّدہ کو لا یحتاج کر دیا تھا۔ اور آپ کر ہر قسم کی خواہشات سے بے نیاز کر دیا تھا۔

امام حسن کا فرمان

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہماری والدہ محترمہ اکثر پوری پوری رات عبادت میں بسر کر دیتیں۔ مگر خدا سے دعا کرتے وقت اپنی ذات کے لیے کبھی کوئی چیز طلب نہ فرماتیں۔ اور یہ سارا ثمر آپ کا اختیاری تھا۔

شہزادیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی مبارکہ جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ ایک روز شیر خدا مشکل کشا تاجدار اہل اتی سیّدنا حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم نے جناب سیّدہ سے کچھ کھانے کو طلب کیا!

شانِ فقر

آپ نے فرمایا: یا علی! تین روز سے گھر میں کچھ بھی نہیں۔ یہ شانِ فقر ہے کہ تین دن سے فاقہ کشی کی حالت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو غالباً غزوہ میں یا کسی جنگ میں ہوں گے' لیکن جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کا یہ اندازِ فقر ہے۔ جب مولائے کائنات نے سنا تو تڑپ کر رہ گئے۔ آپ تو خود بھی فاقے کرنے کے عادی تھے۔

بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فاقوں کا خیال کر کے آپ بیقرار ہو گئے اور فرمایا:

اے بنتِ رسول! آپ مجھے بتاتیں تو میں کسی نہ کسی طرح آپ کے لیے انتظام کر لیتا۔

شہزادیٔ کونین نے فرمایا: سرتاج! مجھے کچھ مانگنا ہی نہیں آتا اور ابا جان نے بھی مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ بیٹی! علی کو پریشان نہ کرنا۔

سامعین! یہ سیّدہ پاک کا مقامِ فقر ہے۔ آج ہمیں ایک وقت کھانا نہ ملے تو ہم چیخنے لگتے ہیں۔ ہم پریشان ہو جاتے ہیں نہ؟ لیکن اگر ہم جناب سیّدہ کی حیات کا مطالعہ کر کے اُسے یاد رکھیں تو فاقہ کرنے میں کیسا لطف آئے گا' یہ بیان سے باہر ہے۔ پھر دل چاہے کہ روزہ رکھیں۔

پھر فقر کی منزل کی طرف گامزن ہونے کو جی چاہے گا۔ جناب سیّدہ کے فقر کی اصل وجہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تربیت جس ماحول میں فرمائی تھی جو ماحول سیدہ کو میسر ہوا تھا اور جو آپ کا بچپن مبارک تھا' اس کی وجہ سے تمام منازل فقر آپ ابتدائی دور میں ہی طے فرما چکی تھیں۔

شانِ فقر اشعار میں

سنت روحان عظیم نے وچہ دنیا تم الفقر دے ارفع مقام اتے
کملی والا محمد سردار سب دا شاہی ختم محمد دے نام اتے
روح اوّل اے سیدہ فاطمہ دی جو ہے تاجور فقر تمام اتے
چلنا سلسلہ فقر دا حشر تیکر ایہناں ستاں دے فیض اکرام اتے

زہراء پاک دا جاری اے فیض ہر دم فقر پلڑا اے اوہدے انعام اتے
حُب دنیا دی جھنے قطع کر کے قدم رکھیا فقر دے بام اتے
ناز ہووے گا فقر نوں حشر تیکر جسدی نسل دے ہر اک امام اتے
چادر تنی ہوئی جہاں دے فیض دی اے ایس صائم ناچیز غلام اتے

شہزادیٔ کونین نے ہر قسم کی محنت و مشقت اور تکلیف مصائب کو پوری رضا و رغبت سے قبول فرما رکھا تھا۔ آپ کسی بھی ابتلاء و آزمائش کے وقت ہرگز شکوہ و شکایت نہ فرماتیں۔

اللہ پاک نے ایویں نہیں سیّدہ دے سر تے فقر دا تاج پہنا چھڈیا
بیٹھ فقر دے تخت تے سیّدہ نے جیویں حق سی کر کے وکھا چھڈیا
ہر شے ہنڈیاں سندیاں کول جس نے آپ فاقیاں نوں سینے لا چھڈیا
جیکر بھکھے نے بچے پرواہ کوئی نہیں جو کجھ آیا اوہ ونڈ ونڈا چھڈیا
راتیں پیہہ چکی صبح ہنڈیاں کھانا لوکاں دے تائیں ورتا چھڈیا
ہر اک چیز ولوں بے نیاز ہو کے خواہشات دا گلا دبا چھڈیا
غلبہ بھکھ دا پیا جد بچیاں تے پڑھ کے سورتاں دم فرما چھڈیا
دتا دنیا نوں دنیا دے وچہ رہ کے آپوں دنیا نوں پرہاں ہٹا چھڈیا
اپنا بیڑا اسٹ کر کربل دے بھنور اندر عاصی اُمت دا بیڑا ترا چھڈیا
دے دے خاص تربیت حسین تائیں کربلا دا دولہا بنا چھڈیا
گودی زہرا دی سنیا قرآن جیہڑا حرف حرف شبیر پکا چھڈیا
سینہ تان شبیر نے وچہ کربل مل زہرا دے شیر دا پا چھڈیا
دتا درس دی اماں حضور جیہڑا عمل اوہدے تے کر کے وکھا چھڈیا
یاں دے فقر نوں لگے نہ داغ صائم سیّد پانی توں مکھ پرتا چھڈیا

سیّدہ کا صبر

ایک روز تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے گھر تشریف لائے دیکھا جناب سیّدہ

پر نقاہت طاری ہے' پوچھا: بیٹی! کیا بات ہے؟

عرض کی: ابا جان! ایسی تو کوئی بات نہیں' بس ذرا بھوک ہے۔ کافی دن ہو گئے ہیں کچھ کھایا نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی! تیرا باپ بھی تین روز سے بھوکا ہے۔ صبر کرو بیٹی! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اک دن سیّدہ عالیہ فاطمہ نوں کیتا بھکھ نے سخت بیتا ب سی
کنیاں دناں دا فاقہ سی سیّدہ نوں پر ناں قلب اندر اضطراب سی
ملن بیٹی نوں حسب معمول اک دن آیا آمنہ دا ماہتاب سی
چادر اُتے بٹھایا حضور تائیں زہرا پاک نے نال آداب سی
حالت بیٹی دی ویکھ کمزور ڈاہڈی چڑھ کے غماندا آیا سیلاب سی
کملی والے دِیاں اکھیاں وچہ آئے ہنجو آیا طبع اندر انقلاب سی
چکے ہتھ حضور دعا خاطر کیتا کرم مولا بے حساب سی
ساری عمر نہ زہرا نوں بھکھ لگے کھلیا رحمتاں دا خاص باب سی
صائم زہرا نوں لکھاں سلام جس دے نہ کوئی فقر دا حد و حساب سی

یہ جناب سیّدہ کا عظیم فقر تھا کہ آپ کے پاس جو کچھ آیا' راہِ خدا میں لٹا دیا۔ سخاوت میں آپ سے بڑھ کر سخی کون ہوگا کہ آپ نے مال و دولت ہی تقسیم نہیں کیا' بلکہ آپ نے اپنا خاندان ہی راہِ خدا پر قربان کر دیا۔

نجاشی کا بازو بند

حضراتِ محترم! ایک واقعہ سنو اور اپنے قلوب کو منور کرو۔ نجاشی بادشاہ نے چند قیمتی تحائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے' جن میں ایک انتہائی قیمتی اور جواہر نگار جوڑا بازو بند خصوصی طور پر شہزادیٔ رسول کے لیے بھیجا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تحائف تقسیم فرما دیئے اور بازو بند جناب سیّدہ کو دے دیئے۔ سیّدہ پاک کو ایک مرتبہ

بچپن میں زیور ملا، جب آپ کی عمر مبارک پانچ چھ سال تھی، تب بھی آپ نے زیور پہننے سے انکار کر دیا تھا۔ اور جہیز میں ملے ہوئے بازو بند بھی آپ نے خیرات کر دیئے تھے۔

نجاشی کے بھیجے ہوئے بازو بند آپ نے ہدیہ اور تحفہ سمجھ کر قبول فرمائے اور پہن لیے تا کہ اسے اس کا پورا پورا اجر و ثواب مل جائے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت سے اپنی صاحبزادی کے سر انور کو چوما اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ بیٹی کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے کنگن دیکھے تو فرمایا: بیٹی! ہم نے تو دنیا کے بدلے آخرت کو قبول کر رکھا ہے اور دنیاوی نعمتوں پر آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دے رکھی ہے، پھر تو نے اس قدر قیمتی بازو بند پہننے کے لیے کیسے پسند کر لیے۔ جناب سیدہ نے سر جھکا کر عرض کی: ابا جان! نجاشی کا تحفہ آیا تھا، تھوڑی ہی دیر ہوئی پہنے، ابھی اتار دیتی ہوں۔ سرکار کے جانے کے بعد سیّدہ غمزدہ ہو گئیں اور فوراً بازار بھجوا کر فروخت کر دیا اور منادی کر دی کہ غرباء و مساکین بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضر ہو جائیں۔

تقسیم کر دیا

آپ نے ساری رقم محتاج لوگوں میں تقسیم فرما دی۔ جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا نے بازو بند رغبت سے نہ پہنے تھے بلکہ ایک مقصد کے تحت چند لمحات کے لیے پہنے تھے کہ نجاشی کو اس کا اجر مل جائے۔

ادھر سرکار کو واقعہ معلوم ہوا تو آپ اپنی صاحبزادی سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ سیّدہ نے اُٹھ کر استقبال کیا اور ابا جان کو سلام عرض کیا۔ سرکار نے دیکھا کہ سیّدہ کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی ہیں اور چہرۂ انور بھی غمزدہ ہے۔ آپ نے بیٹی کو آغوش میں لیا اور دیر تک باپ بیٹی اشک بہاتے رہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹی! ہم نے فقر کو اپنے لیے پسند کر

لیا ہے۔ سیّدہ نے کہا: ابا جان! آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی ہم نے قیامت کے روز اپنی اُمت کی شفاعت کرنی ہے۔ جبھی ہم دنیا کی راحت کو چھوڑ کر راہِ فقر اختیار کر چکے ہیں۔

سامعین محترم! ایک اور واقعہ سماعت فرمائیں!

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک سونے کا گلوبند جناب سیّدہ کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کیا اور گزارش کی کہ اسے زیب تن کیا جائے۔ جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا نے وہ کینٹھی پہن لی۔ تھوڑی دیر ہوئی کہ ضعیف و کمزور سائل نے آپ کے درِ اقدس پر صدا دی کہ یا اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھول ہوں اور کمزور ہوں، خدا کے نام پر کچھ عطا کیا جائے۔ سیّدہ پاک نے فوراً وہ گلوبند اتار کر اس فقیر کو دے دیا۔ (البتول ص ۵۱)

اور تو اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے حسنین کریمین کا بستر بھی سائل کے صدا کرنے پر خیرات کر دیا۔ یہ سارا سبق کملی والے آقا کا دیا ہوا ہی تھا۔ سیّدہ پاک کا فقر اور سخاوت دونوں ہی بے مثال تھے۔ آپ نے ہمیشہ صبر شکر کا ایسا مظاہرہ کیا۔

کرنی پینیدی قربانی دی رسم تازہ گلاں نال نہیں راضی خدا ہندا
پھر آوندے انعام خدا ولوں پیدا جدوں اے جذبہ سخا ہندا
لکھاں رحمتاں لکھاں سلام ہوون کملی والڑے دے خاندان اتے
زہرا سیّدہ پاک ذیشان اتے کملی والے دی روح تے جان اتے
رتبہ اوس تقدس مآب والا لفظاں نال تے دسیا جاندا ای نہیں
دکھ جھل صائم جنھے عمر ساری ذرا شکوہ زبان تے آندا ای نہیں

اولاد کی تربیت

جناب سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا صبر و شکر کا تھا کہ جس کی ایک مثال امام حسین علیہ السلام ہیں۔ جن کی تربیت جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا نے اس انداز سے فرمائی۔ جن کی پرورش اس طریقے سے فرمائی کہ خواہ بہت بڑی آزمائش بھی آ جائے، صبر

کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے اور زبان سے شکر الحمدللہ نکلتا رہنا چاہیے۔

جناب سیّدہ پر جتنا بھوک کا غلبہ ہوتا' اتنا ہی زیادہ شکر فرماتیں۔ جیسے جیسے بھوک ستا رہی ہے' ویسے ویسے عبادت ہو رہی ہے' رات کو چکی سے آٹا پیستی ہیں' صبح کو خیرات کر دیتیں ہیں اور خود شکر ادا کرتی ہیں۔

کون سی عورت ہوگی جو جناب سیّدہ کی مثل ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ ارے کوئی مرد ان کے والد کی مثل نہیں ہے' کوئی عورت ان کی مثل نہیں ہے۔

اپنی بات

جناب سیّدہ! آپ پر ہماری جانیں قربان! آپ کے فقر پر ہماری آسائشیں قربان! آپ کے صبر و شکر پر ہم فدا! اے صاحبزادیٔ مالک کون و مکاں! آپ نے جس انداز سے اپنی زندگی گزاری' ہم اس طرح تو نہیں گزار سکتے' لیکن آج ہم سب آپ کے قدموں کی خیرات مانگتی ہیں کہ ہمیں بھی صبر کی دولت عطا فرمایئے! ہمیں بھی پردے کی دولت عطا فرمایئے! ہمیں بھی فقر کی دولت عطا فرمایئے! ہمیں بھی اپنے والد کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمایئے!

ہماری چند دیگر مطبوعات

